



سلسلہ موردی جماعت

از حضرت شیخ الاسلام

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

صدر جمعیت العلماء ہند

و شیخ الحدیث دارالعلوم

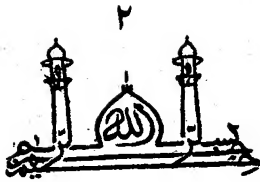
دہلی ہند

ناشر

شافعی آباد

ملک سبزوکار سبزی بازار

کارخانہ بازار



بلاشبہ اس اُمت میں فتنے بہت آئے اور آئے ہیں۔ خیر الامم کا درجہ بھی اُونچا تھا اور امتحان بھی شدید ہوتا رہا۔ اگر اس قسم کے فتنے جیسے اس اُمت میں آئے کسی سابق اُمت میں ہوتے تو اُسی وقت وہ اُمت دُنیا سے مٹ جاتی۔ یہ دینِ اسلام اور دینِ محمدؐ کی خصوصیت تھی کہ جنگِ جمل و جنگِ صفین، واقعہ حرہ، دیرالجم، واقعہ کربلا وغیرہ جیسے دردناک حوادث پیش آئے لیکن اسلام کا یہ قلعہ ان سیلابوں سے ذرہ بھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور اسلام کے حسا کر و افواج کا سیلاب مشرق سے مغرب تک اپنی پوری شوکت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا اور باطل و کفر کے تمام قلعے مسمار ہوتے چلے گئے اور خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے گئے۔

فَإِنَّمَا الدِّبْدُبُ قَيْدُ هَبْ
 جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ
 النَّاسَ فَيَمُكِّثُ فِي
 الْأَرْضِ {سورہ مدآیہ ۷۵}

سو وہ بھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں۔

بہر حال حق و باطل کا معرکہ ہر دور میں گرم رہا، فرق صرف اتنا ہے کہ عہدِ نبوت کے قُرب کی وجہ سے اُمتِ اسلامیہ کے عقائد پختہ تھے

اسلامی عملی زندگی کے آثار و نشان سب قائم تھے، فتنوں کا سیلاب آیا اور چلا گیا یا مضمحل ہو گیا، اسلام بخیر رہا۔ لیکن امت محمدیہ کے ان قرونِ اخیرہ میں نہ تو وہ عقائد کی سختی رہی، نہ عام نسلِ اسلامی کو وہ عملی زندگی و اسلامی معاشرہ نصیب ہوا جو قرونِ سابقہ کو نصیب تھا۔ خاص کر برطانوی عہدِ حکومت میں خصوصاً ۱۸۵۷ء کے بعد بڑی دانائی سے اسلامی اقدار، اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو ہلایا گیا۔ کچھ فتنے تو خود حکومت نے قائم کئے، کچھ فتنے حکومت کی سرپرستی میں قائم ہوئے۔ کچھ فتنے حکومت کی جدید تعلیم نے پیدا کئے۔ الغرض ان فتنوں کے اثرات دُور دُور تک پھیل گئے۔ فتنے کا سبب خطرناک مُنح وہ ہوتا ہے کہ اسلام کا نام لیکر اُٹھے اور اسلام کی خدمت کے عزم سے ظاہر ہو اور اس میں جاذبیت ہو مظاہر عمدہ ہوں، کچھ باتیں بہت ہی عمدہ ہوں، کچھ پہلو بہت مفید ہوں تحریرات میں اچھی خاصی افادیت ہو، تقریروں میں معنویت ہو۔ اس کے مؤثر و نافع پہلوؤں کو دیکھ کر لوگ متاثر ہوں۔ یہ فتنے زیادہ تر اُن حضرات سے اُٹھتے ہیں جو کہ اچھی خاصی ذہانت کے مالک ہوتے ہیں۔ بڑی حد تک سنجیدگی سے آراستہ ہوتے، صحافت و انشا پر دلازی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ لیکن نہ تو اُن کی علمی تربیت کا بل ہوتی ہے نہ اسلامی منابع اور سرچشموں سے پوری سیرابی ہوتی ہے۔ نہ کسی مستند درسگاہ سے مستفید ہوتے ہیں نہ صحیح اربابِ علم کے صحبت یافتہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر مدارِ مطالعہ پر ہوتا ہے۔ نہ اربابِ قلوب سے قلبی تعلق و رابطہ ہوتا ہے

جس کے ذریعہ قلب میں تقویٰ و خشیتِ الہی کا بیج بویا جائے۔ بلکہ اگر سوء اتفاق سے ذہنی الحاد میں مبتلا اصحاب کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو دماغ میں ایسا عجب کبر پیدا ہو جاتا ہے کہ ان علماء حق کو جاہل و غفل سمجھ جاتے ہیں بلکہ اُن سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس مرحلے پر پہنچ کر اربابِ حق سے استفادہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس پرستزادیہ کہ جب ان کے اتباع پیدا ہو جاتے اور مداح پیدا ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان میں محبتِ جاہ کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور اپنی شخصیت اور عالمی شہرت کیلئے مؤثر تدبیریں اختیار کرتا رہتا ہے اور کامیابی بھی حاصل ہو جاتی ہے اس مقام پر پہنچ کر ”أَسَاطِلُ يَهْ خَطِيئَتُهُ“ کی عبرت ناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی نصیحت یا تنقید کارگر نہیں ہوتی۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پہنچ کر تمام اصلاحی تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں۔

میرے خیال میں دورِ حاضر میں جناب مودودی صاحب کی شخصیت اور اُن کی تحریک اور اُن کے کارناموں سے جو عظیم فتنہ اُمت میں پکڑا ہوا ہے وہ پورا پورا اس بیان کا مصداق ہے جس کا نقشہ سطورِ بالا میں کھینچا گیا ہے۔ اور پھر مادی وسائل سے اپنی تحریک کو پروان چڑھانے کا جو موقع اُن کو مل گیا ہے اس پر مستزاد۔ ایسے حضرات پر تنقید کرنے کیلئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ حسبِ ذیل ہیں :-

الف :- علم صحیح و نچتہ ہو، علومِ نبوت سے سیرابی حاصل ہو۔
ب :- اربابِ قلوب کی صحبت اور تعلق کی وجہ سے تقویٰ و

خشیت سے آراستہ ہو کہ جو کہ تو مقصود رضاء الہی ہو۔

۱۰۔ ایمان میں دینی حیثیت و دینی حرارت اور دینی حماست محبت فی اللہ بغض فی اللہ کا کمال ہو کہ جب دینی ضرورت پیش آئے خاموش نہ ہو۔
۱۱۔ ذکاوت طبع سے آراستہ ہو کہ اپنی طبعی ذکاوت سے باریک سے باریک لغزش اور اُس کے بُرے انجام کو سمجھ سکتا ہو۔
۱۲۔ قلب میں اتنی قوت ہو کہ اظہارِ حق کی وجہ سے عوام کے طعن و تشنیع سے متاثر نہ ہو۔

۱۳۔ طبیعت میں عدل و انصاف ہو تاکہ تنقید میں جاؤۃ اعتدال سے باہر نہ ہو۔

ہمارے خیال میں ان نفوسِ قدسیہ میں جو شخص ان صفات کا مالک تھا وہ اپنے عصر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تھے۔ موصوف سے جب سوالات ہوتے رہے یا کوئی دینی ضرورت پیش آئی وقتاً فوقتاً اپنے مکاتیب میں ان افکار کا اظہار فرماتے رہے۔ ان مکاتیب میں سب سے طویل مکتوب جو ۱۹ نمبروں پر مشتمل ہے وہ ہے جو جماعتِ اسلامی کے امیر جناب مولانا ابواللیث کے نام ہے۔ جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ان نتائج و عواقب کا بیان ہے جو مودودی صاحب کے لٹریچر میں موجود ہیں۔ مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری کے نام مکتوب میں صراحت سے فرمایا ہے:-

”میں مودودی صاحب اور اُن کے لٹریچر اور ان کی جماعت

کو سخت گمراہ اور ضال و مضل سمجھتا ہوں۔“

الغرض حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مکاتیب میں اپنے تمام مخلصین کو آگاہ کر دیا تھا کہ جدید نسل کے لئے کیا کیا مضر اثرات یہ لٹریچر پیدا کر سکتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اس طرح پوری ہو جائے اور دین اسلام کے حقائق منکشف ہوں اور کوئی التباس باقی نہ رہے۔

محدث عصر ہمسند وقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب صدیقی شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خواہش پر مکتوبات حضرت شیخ الاسلام کی چاروں جلدوں میں سے وہ مکاتیب جو فتنہ کی نشاندہی کرتے ہیں، اُن کو نکال کر مستقل ایک رسالہ کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ بلاشبہ یہی ان نفوسِ قدسیہ کی فراستِ ایمانی کا نور ہے جس سے اتنا جلد اس فتنے کا احساس ہوا اور اس کے بُرے عواقب و خطرناک نتائج کو ماڑ گئے۔ بہت چیزیں وہ ہیں جو بعد میں مودودی صاحب کے قلم سے ایسی خطرناک نکلی ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

”خلافت و ملوکیت“ میں حضرات صحابہ کا بغض، خصوصاً حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس طرح اُن کے بے لگام قلم نے جو خیال میں آیا لکھ ڈالا اور اس مقام پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غالی شیعہ یہ زہر افشانی کر رہا ہے۔ اور ترجمان القرآن میں وہ خطرناک عقیدہ ظاہر ہوا جس سے تمام دینِ حکمتِ عملی کے ماتحت ختم ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ سولے توحید و رسالت وغیرہ عقائد کے علاوہ تمام دین کے

احکام حکمتِ عملی اور مصالح کی وجہ سے بدل سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا آخری رفیق مولانا امین احسن اصلاحی بھی ان سے کٹ گیا اور بہت کچھ اس کی تردید میں لکھا۔ راقم الحروف نے ”الاستاذ المودودی“ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے خطرناک نتائج سے اُمت کو واقف کر دیا ہے۔

میرے حضرت والد محترم مولانا سید محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی کتاب علمی مقالات حصہ اول کے صفحہ ۵۶۵ تا ۵۶۷ کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں :-

”ماہنامہ الفرقان ماہ شعبان ۱۳۷۷ھ میں مولانا منظور نعمانی مدظلہ العالی صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے (مودودی صاحب نے) خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہ دی ہے۔ نیز یہ تماشہ دیکھ کر کہ ایک ہی گفتگو میں ایک موقع پر مصاحت کے لحاظ سے اسلام کے اصولوں میں ترک استثناء کو حکمتِ دینی سے تعبیر کرتے ہیں اور معاً دوسرے موقع پر جب ضرورت کا تقاضہ اس کے برعکس ہوتا ہے تو وہ مصلحت اندیشی کے تصور سے بھی کانوں پر ہاتھ رکھنے لگتے ہیں۔“

تازہ چیزیں دیکھ کر ہمیں وہ پرانی بات یاد آئی اور یقین ہو گیا کہ وہ اسی نیت کے ماتحت تھی جو یہاں بالکل صاف اور شبہ سے بالاتر ہے ہاں اس اُمت کی بدقسمتی کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوتا تھا کہ مولانا مودودی

صاحب کے متعلق بھی کہنا پڑے گا ع

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

جماعت اسلامی نے جماعت کی دینی حالت کا جائزہ لینے کے لئے جو ایک کمیٹی پچھلے دنوں مقرر کی تھی جس کی رپورٹ ہی جماعت اسلامی پاکستان کے موجودہ حلفشار کا باعث ہوئی۔ غالباً اواخر ۱۳۵۶ھ میں مجلس شوریٰ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جماعت اسلامی کی دینی اور اخلاقی حالت بہت پست ہے، بلکہ خود مولانا مودودی کا تاثر اس کے متعلق یہ تھا کہ یہ غلاظت کے ایک ٹوکڑے کی شکل میں نظر آتی ہے..... تو شوریٰ کے ایک گروپ نے جو رپورٹ کی مخالفت میں مودودی صاحب کا ہمنوا تھا مولانا امین اصلاحی کے الفاظ میں اس رپورٹ پر یہ تبصرہ کیا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں بھی کوئی جائزہ کمیٹی بیٹھتی تو وہ بھی اسی طرح کی رپورٹ پیش کر دیتی جس طرح کی رپورٹ جائزہ کمیٹی نے پیش کی ہو..... ذرا اندازہ کیجئے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے حسین تحیل کو غیر واقعی قرار دینا کتنا لرزہ خیز نتیجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو بے تکلف اپنی سطح پر لایا جانے لگا۔ کیا ایسا ذہن پیدا ہو جانے کے بعد اس جماعت سے صحیح معنی میں دینی انقلاب کی کوئی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ رفتہ رفتہ جماعت اسلامی کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو انگوٹوں نے صحیح نہیں سمجھا، اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے..... اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے

فتنوں کی جڑ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مکاتیب میں اُس وقت تک جو چیزیں پریس میں آگئی تھیں اُن کا خلاصہ ان مکاتیب میں آپ کے سامنے آئے گا۔ اس وقت بہت عجلت میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں کہ سفر حرمین شریفین کیلئے پابہ رکاب ہوں ورنہ جی چاہتا تھا کہ زیادہ روشنی ڈالتا۔ وَاللّٰهُ مُبْتَحَاتُ وَلَقِيَ الْهَدَايَةَ وَبَيِّدَةَ التَّوْفِيقِ

محمد یوسف بنوری مدظلہ

شبِ ریشنبہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

بوقت النجی:

ملنے کے پتے

مکتبۃ امّنا ادیبنا بالعمرة مکتبۃ المکرمۃ

•••••

مکتبۃ امّنا ادیبنا بالحبیب مکتبۃ المنور



حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کا معمول کئی سال سے یہ ہے کہ عصر کے بعد کی مجلس میں اکابر کا کوئی مضمون یا مباحثہ سناتے ہیں اور بار بار فرماتے ہیں کہ باتیں تو مجھے آتی نہیں، یہ لوگ بے چارے آکر خالی مزاج پُرسی کر کے یا میرا منہ دیکھ کر چلے جاویں، مجھے تو ضعف بصارت کی وجہ سے ان کا منہ بھی نظر نہیں آتا، اس سے یہ اچھا ہے کہ اکابر کے جواہر پاروں میں سے ان کے کچھ کان میں پڑ جائے۔ دو سال سے مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، صدر جمعیتہ العلماء ہند، و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، ہوئے ہیں۔ اس دوران میں کبھی کوئی وقتی رسالہ ”بینات“ یا ”الرشید“ سا ہیوال، یا ”البلاغ“ کراچی یا کوئی اور رسالہ آجاتا ہے تو دو ایک دن کو اس کو بند کر کے وقتی طور پر وہ سن لیا جاتا ہے۔ دو سال سے مکتوبات کا سلسلہ چل رہا ہے۔ کئی دفعہ احباب نے اصرار کیا کہ مودودی کے متعلق مضامین بہت منتشر اور طویل خطوط میں کچھ چلے ہیں، یہ ایک جگہ طبع ہو جائیں تاکہ حضرت کے خیالات معلوم کرنے کے جو لوگ متغنی ہیں ان کو یکجا مل جائیں۔

فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

{ یوم التبت ۳ صفر ۱۳۹۲ھ کو ظہر عصر کے درمیان اقام عالیہ
میں بیٹھ کر مکتوبات کی نقل شروع کی۔ نحر و نصلی علی رسولہ الکریم۔ }

① مکتوب بنام امیر جماعت اسلامی ہند

در مجلس خود راہ مدہ عجوبہ را افسردہ دل افسردہ کند انجمنہ را
محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا۔ اجلاس سالانہ جمعیت کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا۔ مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعداء اس وقت درپیش ہیں۔ مثلاً دارالعلوم کا سالانہ امتحان ہے جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے شروع ہو کر ۲۳-۲۴ شعبان پر ختم ہوتا ہے۔ نیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے۔ جس کو ۲۷، ۲۸ شعبان تک انجام دینا ہے۔ یہ امور علاوہ ان امور کے

مخدومی۔ السلام علیکم۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کے لئے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسال خدمت کیا گیا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں۔ جمعیت علماء کے سالانہ اجتماع کی وجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ ہے۔ لیکن ان دنوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے

ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں۔ جن موٹی موٹی سرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں اُن کا مجھ کو آپ کے والانامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا۔ صرف سہارن پور سے ایک رسالہ مسٹی "کشف حقیقت" یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، ایک صاحب نے بھیجا تھا اُس کا البتہ علم ہوا تھا۔

محترما! میرا پہلے یہ خیال تھا کہ آپ کی تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی، دنیاوی اور دینی کمزوریوں اور اُن کے انتشارات کو دُور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے، اگرچہ طریق تنظیم میں اختلاف رائے ہو۔ اس لئے میں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اگرچہ افراد جماعت اور قائد جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ کلمات تقریر اور تحریر میں معلوم ہوئے۔ مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا۔ مگر آج جبکہ میرے سامنے اطراف و جوانب ہندوستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گذر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

ہمارا اجتماع انشاء اللہ ہر اپریل سے شروع ہوگا۔ آنجناب ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصہ سے ہے چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے خط و کتابت بھی کی تھی لیکن بد قسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے اُس وقت کوئی وقت نہیں دے سکے۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمن صاحب کے ذریعہ وقت کے ----- تعین کی خواہش کی تھی۔ لیکن اُس موقع پر بھی ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی بہر حال میں متعدد مسائل پر تبادُل خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں اور یہی

آپ کی تحریکِ اسلامی، خلافتِ سلفِ صالحین، مثلِ معتمدہ، خواجہ روافض، جہمیہ وغیرہ فرقہ قدیمہ اور مثلِ قادیانی، چکوالوی، مشرقی، نیچدہری، ہمدوی، بہائی وغیرہ فرقہ جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول و عقائد و اعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہل سنت و الجماعت اور اسلافِ کرام کے خلاف ہیں۔

①۔ وہ تفسیرِ بالرائے کی قائل ہے۔ ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدانِ یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنے۔ اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے۔ خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلفِ صالحین کے اور اقوالِ صحابہ کرام کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر **إِنِ الْحُكْمُ لِلَّهِ** کی تفسیرِ بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کی اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”حَقٌّ أَسَیْدُ بَهَا الْبَاطِلُ“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ قرآنِ ذوقِ وجہ ہے۔ ان لوگوں کو سنت سے

امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں۔ اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہو گا اور یہ پیش نظر مقصد بھی حاصل ہو سیکے گا۔ لیکن اگر خدا نخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقع عنایت فرمائیں تو انشاء اللہ میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔ اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارن پور سے مولودوی فتنہ کو متاثر

سمجھانا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے۔ مگر چار ہزار اپنی قہد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر اور قتل کا بازار گرم کرتے رہے۔ یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور اور معروف ہوا۔ اس کے بعد اس تفسیر بالزلے کی دبا، اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو عمل میں لایا گیا۔ مرکب کبار وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ، روافض، جہمیہ، کرامیہ، مجسمہ، مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالزلے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ اہل سنت والجماعت ہمیشہ اتباع سنت اور اسلاف صالحین، صحابہ کرامؓ اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے اور ما انا علیہ واصحابی کی سند حاصل کرتے رہے۔ یہی بعینہ واقعہ ان ازمنہ اخیرہ میں پیش آیا۔ نیچریہ، قرآنیہ اتباع چکڑالویہ، قادیانیہ، خاکسار، بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالزلے اور اپنی عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کر دینا اختیار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرما دیا تھا من فتر القرآن برا یہ فقد کفر (اداکا قال) کیا تعجب کی

مودودی تحریک ہلک اور زہر قاتل ہے، مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں، مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو، کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے معلوم نہیں یہ فتویٰ آنجناب کی نگاہ سے بھی گذرا ہے یا نہیں۔ یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کے لئے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دل آزار ہے جو تحریک اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں۔ ایسے فتوے کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا جہاں آپ جیسے محتاط حضرات ہیں ہمارے لئے انتہائی

بات نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ اور اُن کے تلامذہ جن کی زبان مادری عربی تھی اور جنہوں نے وحی خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود اور آپ کے اعمال اور سُنن کو دیکھنے والے تھے اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگردِ رشید تھے اُن کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھ دی جائیں اور اُن کو مردود اور غلط قرار دیدیا جائے اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیرا ہونے والے عجمی اشخاص جن کو زبان عربی اور اُس کے ادب اور اصولِ دین وغیرہ میں کوئی ہمارے ساتھ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو، صرف کیمبرج یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بناء پر اُن کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دیدیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علومِ دینیہ میں پڑھتے پڑھاتے گزرتی ہیں اُن کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسرانِ علوم ملاحظہ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مُراد خداوندی اور مقصودِ الہی بتایا جائے۔ کیا کوئی عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجینیئرنگ کالج کے فایغ التحصیل کو اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے گی جبکہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے۔ شخص جانتا

حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے، یا مخصوص ایسی حالت میں کہ ان امور کے بارے میں جن پر اس فتوے کی بنیاد قائم کی گئی ہے متعدد بار ہماری طرف سے توصیحات شائع کی جا چکی ہیں اور جن کے بارے میں ذمہ دارانِ دارالعلوم سے براہِ راست خط و کتابت بھی ہو چکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اُمید ہے کہ آنجناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔ وَالسَّلَام
ابواللّٰث

اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مرادف ہے اور بجائے نفع رسانی مضرت اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا۔ یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالترائے کا ہے کہ سلف الصالحین کی تفسیر اور اصول دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت، ضلالت اور گمراہی کی پیش خیمہ ہوگی۔

(۲) — وہ پیغمبر اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا بتلائی ہوئی تاریخی واقعات کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے۔ حالانکہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحی خداوندی قرار دیتی ہیں۔ دُنیاوی مشوروں اور جزئیات یومیہ اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اخبار ہائے نبویہ اور احکامات سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفتِ نصوصِ قطعیتہ ہے، ابتداء فی الدین کی کھلی ہوئی تجویز ہے۔

(۳) — وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح

غیر حقیقی المراد روایات کی بنیاد پر مثل روافض غیر قابل وثوق اور ہدفِ ملامت بناتی ہے۔ حالانکہ انہیں کے اعتماد اور ثقاہت پر بیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذہ اسلام غیر قابل اعتماد ہو گئے تو تمام عماراتِ دین بالکل ٹھہر جائے گی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے بے شمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں اور

زور دار الفاظ میں اُن کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے فضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول و فروع ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔

④۔۔۔۔۔ وہ صحابہ کرامؓ کی متعدد روایتوں کو خواہ وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں اُن کی خوش اعتقادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دُور کر دیتی ہے، حالانکہ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمالِ نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری مہتھیار ہاتھ آ جاتا ہے۔

⑤۔۔۔۔۔ وہ احادیثِ صحیحہ کے راویوں اور ائمہٴ حدیث کو مجرد اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوال ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہل ہوا دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے۔ مثلاً ہیر عاتلم ائمہٴ ثقات کو غیر قابلِ اعتبار قرار دیتی ہے۔ حالانکہ اس سے تمام ذخائرِ احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور لعنِ آخرِ ہذہ الامۃ اولہا کا سماں پیش آ جاتا ہے۔

⑥۔۔۔۔۔ وہ تقلیدِ شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ امر آیاتِ قرآنیہ ”فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ“ ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَیَّ“ ”وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ“ الایہ کی بنیاد پر فی زماننا (جبکہ اہل علم و جامعینِ شروطِ اجتہاد معدوم ہیں) جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال اور وقائع بتلا رہے ہیں)

تمام مسلمانوں پر واجب ہے، اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب کے بھی بیگانہ بنادیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دیتا تو اس کا معمولی اثر ہے۔

(۷) — وہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالک، امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے، حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انایت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(۸) — وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں۔ خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں، ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زوردار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے، اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد دوم ص ۵۱، ۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں:-

”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے عملی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔“

ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکامِ شریعت سے فسق و فروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحتِ دنیاوی سے فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ مخفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال، خدا کے مال و حقوق کو دبا رکھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔“ (اھ۔ مختصراً)

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے۔ بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں۔ یہ حضرات تو علومِ اسلامیہ اور فنونِ عربیہ اور ادبِ عربی سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوامِ مسلمین۔ اور اگر کسی میں قدیمے شدہ موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم ہے عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین عربی

کے ایم، اے اور فاضل بھی ہیں، وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفلِ مکتب ہیں۔ نہ صحیح عبارت عربی کے قواعد کے مطابق پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں۔ اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادبِ عربی کا مدار ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترکِ تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانہ کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

⑨ — وہ طرق تصوف اور سلوک اور اس کے اعمال کو

جاہلیت اور الحاد و زندقہ قرار دیتی ہے۔ اس کو بدھ ازم اور یوگ بتلاتی ہے حالانکہ یہی طرق اور اعمال ہیں کہ فی زمانہ اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے مامور بہ کی تفصیل اور عبودیت کا ملکہ کا استحصال بغیر ان کے اسی طرح غیر ممکن ہے جیسے فی زمانہ قرآن کا صحیح پڑھنا بغیر زیر زبر پیش جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے۔ اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زمانہ سمجھنا اور بیتِ عربی کو حاصل کرنا بغیر صرف و نحو معانی و بیان، بدیع و کتب لغت غیر ممکن ہے۔ قرونِ اولیٰ کو تلاوتِ صحیح اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حجت نہیں تھی مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرہ

کی بول چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں۔ کم و بیش کافرق دوسری بات ہے۔ اختلاط بالنعیم نے ان کو غمی بنا دیا ہے۔ زمانہ ہائے قدیمہ اور قرونِ اولیٰ میں احسان و عبودیتِ کاملہ قُربِ زمانہ نبویہ کی بنا پر ان طرق و اعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان مامورِ بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہو گیا ہے۔ ان کو یوگ قرار دینا سراسر ظلم اور نا انصافی ہے۔

⑩۔۔۔۔۔ وہ سلفِ صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی ہوئی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل و خوار کرتی ہے۔ حالانکہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ”من آذی اولیائی آذنتہ بالحدوب“ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”اذکروا موتاکم بخیر“ اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا ”لعن اخر هذه الامة اقلها“ جس تحذیرِ مقصود ہے۔

⑪۔۔۔۔۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز اور ان کے اتباع و احفاد اور دیگر ائمہ ہادی حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، اور حضرت شیخ شہاب الدین ہروردی قدس اللہ سرہ اہم ائمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال و گمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے، حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلافِ کرام ہیں جنہوں نے تمام دُنیائے اسلام میں دین اور سنت کو زندہ کیا اور ان کے فیوض و برکات لاکھوں

اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقویٰ کی نعمت حاصل ہوئی ان کے ماثرا اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

(۱۲) — وہ مذکورہ بالا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو یوگ اور بدھ ازم اور ضلالت کے پھیلائے والے بتاتی ہوئی اُن کی تذلیل کرتی ہے حالانکہ اعمال طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں یا چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے یوگ اور بدھ ازم سے کوسوں دور ہیں۔ طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ اور توحید اور رسالت کی تعلیم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید ہے جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شاہد عادل ہیں۔ دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوارف المعارف فتوح الغیب وغیرہ۔

(۱۳) — وہ علمائے ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو اُن سے متنفر کرتی ہے اور اُن کی تذلیل و توہین عمل میں لاتی ہے اور اُن کو غیر قابل اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اُس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لے جاتی ہے۔

حالانکہ اس پُر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں جبکہ فسق و فجور اور الحاد و کفر، ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہو خدا اور رسول سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں اور شریعت کو پس پشت

ڈالتے جاتے ہیں ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین و ہدایت کا وقار عام میں قائم کیا جاتا اور احمیائے دین اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جمانا دین کے مٹانے کے مرادف ہے۔ یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے۔ یہی طریقہ پیچروں، قادیانیوں اور خاکساروں وغیرہ نے کیا، بلکہ مشرقی کارسلہ ماہوار ”مولوی کا ایمان“ تو اس باب میں خوب کھیل کھیلا اور ہر مبتدع اور ضال اپنے عیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت اور گمراہی کے پھیلانے کے لئے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا ہے۔

(۱۴) — وہ احادیث صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دیکر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے۔ حالانکہ سلف صالحین، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام و قرون مشہود لہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے اور جو شبہات اس پر وارد کئے جاسکتے ہیں اُن کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں، احمق سے احمق بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے۔

گر از بسید ز مین عقل منعدم گردد

بخود گمان نہ بردیج کس کہ نادانم

(۱۵) — وہ مثل خوارجِ اِنِ الْحُكْمُ لِلَّهِ اور مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ کا لیبیل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے حالانکہ

یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور ”کلمۃ الحق“ ارید بها الباطل“ کا نتیجہ ہے۔ نیز سلف صالحین کی آراء اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

(۱۶) — وہ چکڑ الوی کی طرح ذخیرہ احادیث دینِ مستین کو (معاذ اللہ) ناقابلِ اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبارِ آحاد ہی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک ان کو اصولِ دین قرار دیا گیا ہے اور یہ نسبت روایاتِ تاریخیہ ان کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھا گیا ہے۔

(۱۷) — وہ مثل فرقہ قادیانیہ اپنے قائدِ اعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو چاہے قابلِ اعتماد قرار دے اور جس کو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے، حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالآخر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جاسکتی ہے (جبکہ رائے صائب) انابتہ کاملہ اور علم کامل عنقا ہو رہی ہے بلکہ حسبِ ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ”من کان منکم مستنّاً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ“ ایسا امر موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

(۱۸) — وہ ذخائرِ فقہ کو غلط اور ذخیرہ ضلالت بتلاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سو برس کے عملدرآمد کو جاہلیت اور گمراہی بتلاتی ہے اور سب گزشتہ مسلمانوں کو

غیر ناجی کہتی ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے کہ جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

(۱۹) — وہ مثل معتزلہ و روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر حقیقی توحید کا دفتر جماعت موحدین حقیقی کا ملین اسلام یا اس کے مرادف الفاظ میں لکھتی ہے جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحابِ العدل اور اصحابِ التوحید کہتے اور لکھتے تھے۔ شیعہ اپنے آپ کو محبتینِ اہل بیت لکھتے ہیں جس کے معنی یہ سمجھ گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے افراد اور فرقے اصحابِ عدل نہیں، نہ اصحابِ توحید ہیں اور نہ اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوامِ مسلمین میں زمانہ ہائے گزشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج روافض وغیرہ اور اہل سنت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں اور مقلدوں قرآنیوں، نبویوں، قادیانیوں، خاکساروں وغیرہ میں نمودار ہوئے۔ ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں۔ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث والتوحید کے خوشنما سائن بورڈ سے مزین کر کے آواز بلند کرتا ہے کہ احناف حدیثِ نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے سائن بورڈ سے بھی یہی چرکا لگتا ہے کہ جو لوگ جماعتِ اسلامی

کے ممبر نہیں ہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں، وہ اسلامیت کا ملہ نہیں رکھتے۔ اس سے عوام کو جس قدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوگا کہ جماعت اسلامی میں نہ خلل ہونے والے مُشرک اور کافر اور غیر ناجی ہیں۔ ہر ایک من مانی باتوں پر ہٹ کر بیگا اور گالی گلوچ، مناظرہ، مجادلہ، مار پیٹ وغیرہ کا بازار گرم ہوگا۔ اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر ہو کر اُمتِ مسلمہ کو انتہائی مُشکلات میں مبتلا کر دے گا۔

محترما! دورِ حاضر کے ہم مسلمانانِ انڈین یونین کی مُشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ مہا سبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت، آر۔ ایس۔ ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جان توڑ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی اور روحانی کمزوری اور اُن کی منتشرہ حالت، ان میں احساسِ کمتری کا روز افزوں مرض بلکہ انِ مغرب کی طرف سے الحاد و زندقہ کی مسموم آندھیاں مادہ پرستی کی زوردار اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم، نفوسِ انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کا طبعی رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا اور حکیمانہ عاقلانہ تنظیمِ عمل میں لا کر اُن کے خوف و ہراس، بدحواسی اور بزدلی، بے دینی اور بد عملی کو دور کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک اس کے برخلاف دینی اور دنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے اور آئندہ تمام ملک کو اس

مسموم کر دینے کا سامان ہتیا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹرچروں کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور صرہی تعلیم اور سپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں، ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ پھر کیا ایسا ہوا؟ اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اُس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی؟ خود مودودی صاحب ہی کی زبان سے سُن لیجئے۔ دیکھئے الفرقان نمبر ۲۰ ص ۳ صفحہ ۱۰ و ۹ بابت ماہ صفر و ربیع الاول بعنوان ”خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی“ محترم! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبلہ توجہ ہوگا اور اُس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑے گا۔ خصوصاً جبکہ مودودی صاحب کے لٹرچر برابر زوردار طریقہ پر شائع کئے جا رہے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں وہ نہ ہر لیے مواد جو نہایت چالاک سے زوردار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔

میرے محترم! اُمید مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ

سکتا کہ جناب سے شرفِ ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں ایک پُرانا مسلمان اور مقلدِ حنفی خادمِ مشائخِ طریقت ہوں۔ آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں، مسلمانوں کے سلفِ صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اس میں ان کی نجات سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ اُن کی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکی ذریعہ نجات مسلمانوں کے لئے قرار دیتے ہیں۔ آپ سلفِ صالحین کی تیرہ سو سالہ جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اُس وقت سے لے کر آج تک جاری رہی اور ہر مقتدی اور امامِ اسلام بجز شرمزہ قلیلیۃ اس میں مبتلا رہا اس سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ پھر اس اصولِ بون بعید پر کیا اُمید ہے کہ آپ مجھ پر اثر ڈالیں اور میں آپ پر کوئی اثر ڈال سکوں۔ آپ اس تحریک کو عرصہ دراز سے چلا رہے ہیں۔ کئی برس ہو چکے ہیں کبھی آپ نے دیوبند تشریفِ ارزانی کی تکلیف گوارہ نہ فرمائی۔ نہ آپ نے جمعیتہ علماء کے دفتر میں آکر اُس کے کارکنوں سے تبادلہ خیالات کر کے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آج کس وجہ سے آپ کو اس طرف توجہ ہوئی۔ بہر حال میں آپ کی توجہ کا شکر گزار ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی اُمیدِ فائدہ معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ آپ رامپور کا جلسہ عام بڑے درجہ پر آپ کو پہنچا چکا ہے تو بجز اس کے کہ لکھ دینکھ و لی دین کہہ کر آپ کو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدرآباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا پر اس عریضہ کو پورا نہ کر سکا تھا کہ آپ کا دوسرا والا نامہ جوابی رجسٹری والا باعث سرفرازی ہوا اس کا بھی شکریہ گزار ہوں جیسے کہ پہلے والا نامہ کا شکریہ گزار ہوں۔

میرے محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات سے لئے گئے ہیں بجائے خود مایوس کن ہیں۔ دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے اور اس کے روکنے کا تا اجتماع حکم دیتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے، اس کے سرپرست مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معزز تجربہ کار فاضل و محقق ہیں۔ روزانہ ان کے پاس تیس چالیس بلکہ اس سے زائد استفتاء آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو چمکانے ضروری ہوتے ہیں۔ تحریک اسلامیہ مذکور کے متعلق بھی جبکہ وہ مجبور ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہو گئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا۔ ان کے پاس ان تصانیف کا معتد بہ ذخیرہ بھی ہے، ان کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ آمین

تنگ اسلاف

حسین احمد مدنی غفرلہ

دیوبند

(مکتوب ۱۴۰ جلد دوم ۲۰۳ تا ۲۲۸)

(۲)

{ایک مکتوب میں کئی سوالات کے جواب ہیں، مودودی صاحب سے تعلق سوال ہے؟
سوال ۷۷۔ ملکی، قومی اور ملی مفاد کے پیش نظر جماعت مودودی کے کسی جائز
مطالبہ میں تائید یا اشتراک ہونا چاہیے یا نگیل اجتناب ہو؟
جواب ۷۷۔

(از حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرتدہ)

میں نے اس جماعت کے اصول و فروع کو بہت دیکھا۔ یہ ایک
گمراہ اور گمراہ کنندہ جماعت ہے۔ اگر اس کا تعلق محض سیاسیات سے
ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ مگر اس نے تو نفسِ مذہب اور طریقی
اہل سنت والجماعت میں نقص و ابرام اور قطع و برید کر ڈالی اور بہت کر ڈالی۔
وہ ایک نیا فرقہ خلاف اہل سنت والجماعت بنا رہی ہے، اس لئے اس سے
اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ حکومت سے کسی ایسے مطالبہ کو لیکر کھڑی
ہوتی ہے جو کہ صحیح اور شرعی ہے اور اس میں کوئی شائبہ باطل کا نہیں ہے تو
اس کی تائید اور تقویت بقدر مطالبہ ہونی چاہیے کلمۃ الحکمة
ضالۃ المؤمنینما وجدھا فھو احق بہما (الحديث)

لے دانشمندی کی بات مؤمن کی گندہ دولت ہے جہاں وہ اس کو پلے تو اس کا سب سے زیادہ حقدار ہی ہے

مگر اس طرح تائید نہ ہونی چاہیئے کہ اس جماعت میں شرکت معلوم ہو اور اس کی تقویت ہو جائے۔ صرف اس جائز اور مشروع مقصد کی تائید ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم والسلام (مکتوب ۹۹ جلد دوم ص ۳۰۵)

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

ٹانڈہ

۳ / رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

(۳)

{ مکتوب بنام مولانا صبغة اللہ صاحب بختیاری دارالارشاد
علیم آباد رای چوٹی ضلع کڈپہ مدراس }
محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج مبارک۔ منسلکہ والا نامہ شعبان میں آیا تھا۔ وہ زمانہ
انتہائی عذیم الفرستی کا تھا۔ مجھ کو اس زمانہ میں بعض امراض سے بھی

(۳) حضرت اقدس خدوی و مطاعی مد اللہ فیہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
یہ ناکارہ خلائق آوارہ بہ علائق اب گذشتہ شعبان کے بعد سے اپنے ذہن کو کیسوکریا ہے
اور بے شرط و بے تحفظ اپنے وجود کو حوالہ خدا کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ دبار عالی میں حاضری اور
قدم پشی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ تمام بزرگان سلسلہ کو واسطہ بنا کر درخواست کرنا
ہوئی، میرے بزرگان خاندان کی تمنا نہیں بھی لپی تھیں۔ کترین مقام بارگاہ حسینی (صبغة اللہ)

ابتلا واقع ہوا تھا۔ جواباً عرض ہے :-

میں مودودی صاحب اور ان کے لٹریچر اور ان کی جماعت کو سخت گمراہ اور ضال اور مضل سمجھتا ہوں۔ مجھ کو جس قدر بھی ان کی تصانیف دیکھنے کی نوبت آئی اُسی قدر میرا گمان متعلق عقیدہ بڑھتا گیا۔ اگر آپ کی توبہ صادق ہے تو اعلان فرمائیے اور اخباروں میں شائع کر دیجئے کہ میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سخت ضال اور مضل سمجھتا ہوں اور اس لئے میں ان سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس جماعت سے علیحدہ رہیں۔ ان کی تبلیغات میں نہ آئیں اور سلف صالحین کے متبع ہو کر احیاء شریعت حقہ اور اتباع سنت نبویہ علیہا صا جہا الصلوٰۃ والسلام میں سرگرم عمل رہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ والسلام (مکتوب ۱۲ جلد دوم ص ۲۲۷)

نگاہ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

دیوبند۔ ۳۰ رذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مولانا بخاری کا اعلان بیزاری۔ مدینہ منورہ ۷ ارباع ۱۹۵۳ء

مولانا سید صفیہ اللہ بختیاری علاقہ آندھرا جنوبی ہند اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ان کو جماعت اسلامی کے نام سے جو مجموعہ افراد کی تنظیم ہوئی تھی کوئی علاقہ نہیں رہا۔ بعض وجوہ کی بناء پر پہلے قلب ٹوٹ گیا پھر قالب الگ ہو چکا ہے۔ اور اس امر کا اعلان بھی کرتا ہے کہ قرآن و حدیث، فقہ تصوف ان علوم دینیہ اربعہ کے بغیر منہ میں تحریک اسلامی کا نام لینا شکل ہے۔ اور چند خالی الذہن افراد احاد کا ہنسا ہونا کافی نہیں جب تک کہ اصحاب فقہ کا اجتماع نہ ہو جائے۔ تبلیغ دعوت و اصلاح کے اہم کام انجام نہیں پاسکتے۔ وَهُوَ اَلْمَوْفِقُ

{ مکتوب بنام جناب اقبال احمد خاں صاحب سہیل ایل، ایل، بی }
محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج مبارک ۔ مجھ کو بعض ضروری گزارشات عرض کرنی ہیں مگر چونکہ عرصہ
سے اعظم گڑھ حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے اب تک ان کے پیش کرنے
کا موقع نہیں ملا۔ اس مرتبہ رمضان شریف میں سخت بیمار ہو گیا تھا۔ جس کا
اثر اب تک ہے اس لئے اسی سفر میں حاضری سے محروم رہا۔ مجبوراً تحریر کرنا
ضروری معلوم ہوا۔ مدرسہ اصلاح سرائے میر سے مجھ کو جو کچھ قدیم سے تعلق
ہے وہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے۔ مدرسہ مذکور کے رُوح رواں مولانا
حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کہ قرآن شریف کے مسلم عالم تھے۔ اور
ایک خاص فکر و خیال رکھتے تھے۔ ضرورت تھی کہ مدرسہ مذکور کے اساتذہ اور
طلباء مولانا مرحوم کی زندگی کو اپناتے اور سلف صالحین اور اکابر اہل سنت
والجماعت کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے مولانا مرحوم کے اصول کے
مطابق علمی جدوجہد جاری رکھتے۔ لیکن یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہے کہ
اب اس مدرسہ میں مودودی جماعت کا زور ہے جیسا کہ جماعت کا آرگن
زندگی رامپور مورخہ دسمبر و جنوری ۱۳۵۲ھ صفحہ ۱۰۲ سے ظاہر ہے۔ ایسی
صورت میں آپ جیسے اراکین مدرسہ کا فرض ہے کہ اس خیال کے لوگوں سے
مدرسہ کو پاک فرمائیں۔ یا کم از کم یہ کریں کہ مدرسہ سے ان کے لٹریچر اور

خیالات کی (جو کہ گمراہیوں سے بھرے ہوئے ہیں) نشر و اشاعت قطعاً نہ ہو
میں نے ان کو بغور دیکھا ہے۔ میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں یہ جماعت مسلمانوں
کے عقائد اور اصول کے لئے سخت مضر اور گمراہ کن ہے۔ یہ رٹے صرف میری
نہیں ہے بلکہ تمام علمائے دیوبند و سہارنپور و دہلی وغیرہ اسی نتیجہ پر ہیں۔ اگر
زندگی باقی ہے اور حاضری کا کوئی موقع ملا تو انشاء اللہ مزید توضیحات پیش
کروں گا۔ والسلام

نگاہ اسلاف

حسین احمد غفرلہ (مکتوب ۱۳۷ جلد دوم ص ۳۸۸ تا ۳۹۲)

ماندہ فیض آباد، ۳ جولائی ۱۹۵۳ء

۵

{ مکتوب بنام مولانا عبد اللہ بستوی }

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
محترما! مودودی جماعت کے لٹریچر جن کی اشاعت کی جارہی ہو
وہ ایسے مضامین سے لبریز ہیں جو کہ ضلال سے پُر ہیں، گمراہی کے پھیلانے
(۵) سیدی و مطاعی و اساذی و مرشدی اداہم اللہ فیضکم و نفعنا بہ السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج یکم ذیقعدہ بروز جمعہ گرامی نامہ دستیاب ہوا۔ بغور پڑھا۔ ایسے مکاتیب سے جو
صدات ہونے چاہئیں ہوئے، اور نہ جانے کب تک رہیں گے۔ اللہ ارحمہ رحمتہ کاملہ
سرنامہ پر سلام اور نقیض تسمیہ نہیں تھا۔ اخیر میں سلام کے لئے وہ الفاظ استعمال کئے تھے

والے ہیں ”مُشتے نمونہ از خروائے“ چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

صفحہ ۳۲۷ ترجمان ۳۵ میں بطور قاعدہ مکتبیہ لکھا گیا ہے :-

”اگر کسی شخص کے احترام کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس

پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں

سمجھتے بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بت پرستی کو مٹانا

منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جس کو جماعتِ

اسلامی اپنے پیش نظر رکھتی ہے۔“

غور فرمائیے اس کے الفاظ میں وہ عموم ہے جو کہ انبیاء، اولیاء،

صحابہ، تابعین، ائمہ مذاہب محدثین، فقہاء، عوام و خواص سب کو شامل

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت

موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور نہ خلفائے راشدین وغیرہ میں سے کوئی بھی مستثنیٰ

نہیں ہے کسی کو بھی تنقید سے بالاتر کہنا اور سمجھنا بت پرستی اور شرک ہے۔

ادھر دستورِ جماعتِ مطلوبہ مکتبہ جماعتِ اسلامی لاہور صفحہ ۵ میں ہے

”رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے

کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا

جو۔۔۔۔۔ کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے مجھے اچھی طرح یقین ہو گیا کہ حضرت نے میرے متعلق

کیا نظریات قائم کئے ہیں اور غالباً میرے عیض کی سطروں پر نظرِ مبارک بھی نہیں ڈالی گئی۔ مع

خراشی معاف فرما کر میرے مختصر حالات معلوم کریں لعل اللہ یزین قینی صلاحتاً۔

غالباً ۱۳۵۸ھ میں اللہ کے فضل نے دستگیری فرمائی اور دولتِ ایمان نصیب ہوئی انفا

سے حضرت استاذی مولانا عبد الوہاب صاحب کا ساتھ ہوا۔ موصوف نے اپنے بچے کی طرح بدوش

نہ ہو۔ الخ

آپ ان دونوں اعلانوں اور اصولوں پر غور کیجئے۔ کیا ان میں احکام قرآنیہ اور اصول اسلام اور مسلمات اہل سنت والجماعت سے بغاوت نہیں ہے اور تمام ان مسلمانوں کی تکفیر اور تضلیل نہیں ہے جو کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث صحیح صحابہؓ کو معیار حق بتاتے ہیں۔ ان کی ہر طرح مدح سرائی کرتے ہیں۔ ان کے اتباع کا حکم کرتے ہیں۔ مگر یہ جماعت ان کے اتباع کو بت پرستی بتلاتی ہے اور اس قدر عموم کے ساتھ نفرت دلاتے ہیں کہ جن سے نہ صرف صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ سے انقطاع ہوتا ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور خود سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو بھی انقطاع پیدا ہوتا ہے۔ نہ اجماع صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین قابل اعتماد رہتا ہے، نہ اوامر خلفائے راشدین وشخین رضی اللہ عنہم اجمعین نہ فتاویٰ دیگر صحابہؓ وتابعین اور اوامر ومجتہدات واجماع اہل قرون مشہود لہا بالنحیر اور ائمہ مذاہب قابل اعتماد رہتے ہیں اور نہ ان کے مقلدین اور اتباع مسلمان رہتے ہیں بلکہ سب کے سب بُت پرست اور ضال ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ

کی اور تعلیم دلائی۔ دارالعلوم بھیجا۔ تعلیم کے بعد شادی کر دی۔ اب اُن کے مدرسہ میں تعلیم دے رہا ہوں، اکثر کاروبار مجھ ہی سے متعلق ہیں، ان کو مجھ ہی سے بڑی بڑی اُمیدیں ہیں۔ میں نے ایک کان کرنی ہے جس کا کام قرض سے چل رہا ہے۔ اس وقت بھی تقریباً ۵۰۰ روپے کا قرض ہے۔ یہ میرے حالات۔

مودودی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بہترین جواب تو وہی ہے جو حضرت عائشہؓ نے

رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے :-

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْأَوْثَانَ مِنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ (سورہ توبہ)

اور سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین
اور انصار اور جنہوں نے ان کی پیروی
کی نیکو کاری میں، اللہ ان کو راضی
اور وہ اللہ سے راضی اور اللہ نے
تیار کر رکھے ہیں ان کیلئے باغ
بہت ہی ہیں ان کے نیچے نہریں،
اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،
یہی بڑی کامیابی ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے :-

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ
رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ
آپ کے ساتھ ہیں سخت ہیں کافروں
پر۔ نرم دل ہیں آپس میں تو ان کو
دیکھتا ہے رکوع کر نبوالے سجدہ کر نبوالے
طلب کرتے ہیں اللہ کا فضل اور خوشنودی

عند الافراد دیا تھا۔ دیکھنے والے سمجھ رہے ہیں کہنے والوں کو موقع ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں
جماعت اسلامی میں داخل نہیں۔ البتہ اب تک اس کے تعلیمی نظام کو پسند کرتا تھا۔ دیگر طریق
کار سے مجھے قطعاً اطمینان نہیں۔ آج تک صرف ایک اجتماع میں شرکت کی ہوں، وہ بھی صرف دیکھنے
کی غرض سے جب آپس میں تعارف کرا رہے تھے تو اپنی باری پر میں نے یوں کہا تھا کہ فلاں جگہ
ضلع بستی میں ایک جماعتی طرز کے مدرسہ میں تعلیم دیتا ہوں۔ جماعت سے میرا کیا تعلق ہے

سَيَمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
مَنْ آخِرَ السُّجُودِ ذَلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْإِنْجِيلِ (سُورَةُ نَجْم)

ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے
سجدوں کے اثر سے۔ یہی ان کی
صفت ہے توریت میں اور ان
کی صفت انجیل میں۔

تیسری جگہ فرماتا ہے :-

وَالَّذِينَ اللَّهُ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ
الْإِيمَانَ وَرَتَّبَهُ فِي
قُلُوبِكُمْ وَكَذَّاهُ إِلَيْكُمْ
الْكَفْرَ وَالْفُسُوقَ وَ
الْعُصْيَانَ. أُولَٰئِكَ هُمُ
السَّالِكُونَ. فَضْلًا مِّنَ
اللَّهِ وَنِعْمَةً (سُورَةُ حُجْر)

لیکن اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے
دلوں میں ایمان کی اور اس کو
عہدہ کر دکھایا تمہارے دلوں میں،
اور تمہاری نظروں میں بُرا بنا
دیا کفر اور فسق اور نافرمانی کو
یہی لوگ ہیں جو نیک چلن ہیں،
اللہ کے فضل اور احسان سے۔

چوتھی جگہ فرماتا ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

تم بہتر ہو ان امتوں میں جو پیدا
ہوئیں، لوگوں کیلئے تم حکم کرتے ہو

میں نہیں جانتا اسے جماعت والے جانیں (شخص اپنا تعلق بھی بتلاتا تھا) میرا مطلب یہ تھا کہ
ذمہ دارانہ اور عہدہ دارانہ تعلق بالکل نہیں۔ اجتماع کے نگراں کے (جو رامپور سے آئے تھے)
سوال پر کہ جانیے کیا ترقی کی اور لٹریچر میں سے کس کس کا مطالعہ کیا۔ جواب دیا کہ دارالعلوم
میں جن رسالوں کو دیکھا تھا بس انہیں کو دیکھا ہے اور اس وقت جس سطح پر تھا اس پر ہوں
اور اس میں فرق نہیں آیا۔۔۔۔۔ اب حضرت والا کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں اپنے قول

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ نیک کاموں کا اور منع کرتے ہو
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (عزوجل) بُرے کاموں کا اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر
پانچویں جگہ فرماتا ہے:-

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ
أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
شَهِيدًا۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو
بنایا ہے اُمت معتدل
تاکہ بنو تم گواہ لوگوں پر
اور بنے رسول ۲ تم پر
گواہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں معیارِ حقانیت بتلاتے
ہوئے ما انا علیہ واصحابی مگر یہ جماعت ان کے معیارِ حق ہونے کو
اور ان کو مبرا از تنقید کہنے کو بت پرستی کہتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں عَلَیْكُمْ لِسُنَّتِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
الْمُهْدِيَيْنِ۔ عضوا علیہا بالتواجد۔ اور یہ جماعت ان کی ذہنی غلامی
اور معیارِ حق سمجھنے کو ضلالت اور بت پرستی قرار دیتی ہے۔

۱۔ ترجمہ:- جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔
۲۔ ترجمہ:- تم پر بلازم ہے میری سنت پر عمل کرنا اور ان خلفاء کی سنت پر عمل کرنا جو راشدین ہدایت
یافتہ ہیں۔ انہی سنت کو دائرہ میں سے کہہ دو۔

میں صادق ہوں۔ یہاں رہ کر استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب کا مقابلہ کرنا یا تبادلہ خیالات کرنا نہ مفید ہو
اور نہ ہو سکیگا۔ یہاں رہتے ہوئے ہر قسم کے تعلقات تو منقطع ہو سکتے ہیں بلکہ میں ہی نہیں البتہ تعلیمِ نظام
پر عمل فرد ہوگا، کم از کم اس معیار پر یہ ہاضوری ہوگا جس پر میں آگے آچکا جو حکم ہو انشاء اللہ سرور شہیم
قبول کرونگا اور وہی میرے اس دعوے کی دلیل ہوگا کہ میں موروثی نہیں ہوں۔ بہت سی مجال چھوڑ فرمائیں۔
احسن کما احسن اللہ الیلہ۔ خدیج محمد عبداللہ البستوی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالذین
من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ اور جماعت اس سے منع کرتی ہے اور
بُت پرستی کہتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحابی کالنجوم
بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ اور یہ جماعت اس کو بت پرستی قرار
دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رضیت لاقمتی
ما رضی بہا ابن ام عبد۔ اور یہ جماعت اس کو ضلالت اور شرک
قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو کنت مستخلفاً
احداً ابغیر مشورۃ لا استخلفت ابن ام عبد۔ اور جماعت ان کو معیار
حق بنانے کا انکار کرتی ہے اور شرک اور اتحادِ ارباب من دون اللہ قرار
دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو کان الدین عند
الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ اور یہ جماعت اس کے مصداق
اول حضرت امام ابو حنیفہؒ کو غیر حقانی ان کے اتباع کو بُت پرستی قرار دیتی ہے

۱۰ تم پر لازم ہے ان دو کی اتباع اور پیروی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔
۱۱ میرے صحابہؓ مثلاً ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے تم لوگ جس کی اقتدا کر لو گے ہدایت پاؤ گے۔
۱۲ میں نے اپنی امت کے لئے وہی پسند کیا جس کو ابن ام عبد نے پسند کیا۔
۱۳ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے خلیفہ بناتا تو بتا تا بیٹے ام عبد کو۔

اور جماعت اسلامی کا نصب العین ایسے امور کو بتلاتی ہے۔

محترماً! اگر میں تمام ضلالت اس جماعت کی اور ان احادیث کو جو تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین کے معیارِ حق ہونے اور ان کی ذہنی غلامی کے واجب ہونے کی ہیں ذکر کروں تو ایک طویل اور ضخیم کتاب ہو جائے۔ یہ چند باتیں ذکر کر کے امید دار ہوں کہ غور کیجئے۔ اگر سمجھ میں آئے تو جلد از جلد ان سے علیحدہ ہو جائیے اور ان کی ضلالتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیجئے ورنہ عذابِ آخرت کے لئے تیار ہو جائیے۔ یہ استاد کا احترام اُسی وقت تک ہے جب تک وہ صراطِ مستقیم پر ہے اور جبکہ اس نے صحابہ کرامؓ کا احترام اور اتباعِ سلفِ کرام چھوڑ دیا اور تمام مسلمانوں کے اساتذہ کرام کو چھوڑ دیا۔ اور باغیوں اور غیر مقلدوں اور اہلِ ضلال میں شامل ہو گیا تو کوئی احترام اس کا باقی نہیں رہا۔ مودودیوں کی کتابوں کو پڑھنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ هَذَا اَنَا اللّٰهُ وَلَا تَاْكُمُ لِمَا يَحِبُّ وَيَرْضَاہُ

تنگِ اسلات

اٰمِيْنَ۔ والسلام

حسین احمد غفرلہ

(مکتوب ۱۳۸ جلد دوم صفحہ ۳۹۵ تا ۴۰۱)

{ بنام مولانا محمد ادریس صاحب سرائے میر اعظم کرکھہ }
محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ یاد فرمائی کہ شکر گزار ہوں میرے
مکتوبات پر ان کا اعتراض کرنا بے محل ہے
(الف) یہ مکتوب جیل میں لکھا گیا جبکہ میرے پاس کتابوں کا کوئی
ذخیرہ نہ تھا۔
(ب) یہ مکتوب شخصی کلام ہے اس میں کوئی اصول اور دستور دکھلایا
نہیں گیا۔

(ج) کسی جماعت کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔
(د) اس کو قبل طبع اور بعد طبع پورا دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔
(۴) اس کی تصحیح میں اگرچہ ناشر نے بہت کوشش اور عرق ریزی
فرمائی ہے مگر پھر بھی بہت سی غلطیاں کھلی ہوئی موجود ہیں۔
(۵) اس میں کوئی عقیدہ نہیں دکھلایا گیا جو کہ مدارِ مذہب ہوتا ہے۔

(۶) مخدومی و مطاعی متعنا اللہ بطلول حیاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزانج گرامی! بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوں۔ خدا کرے حضرت والا بغایت ہوں حضرت
والا کی تقریر کے جو اثرات لوگوں پر ہوئے ہیں اور عام طور پر مودودی جماعت سے جو نفرت پیدا ہو گئی ہے
اُس کو مٹانے اور جو کرنے کیلئے یہ لوگ کوشش میں ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کام کیلئے کسی اجتماع
عام کے موقع پر مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول میں سے حضرت اقدس کا ایک مکتوب جو ۱۵۵ پر ہے

(ن) اگر اس میں کوئی بات خلاف اصولِ اہل سنت والجماعت پائی جائے تو شخصی رائے ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تمام اہل سنت والجماعت غیر معصوم مانتے ہیں مگر یہ قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ معیارِ حق صرف معصوم ہی ہو سکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان کر دیا۔ اس کے حقیقی اور مخلد فی الجنتہ ہونے کا اعلان کر دیا وہ کیوں نہ معیارِ حق ہوگا جس کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی جسے آیتِ حجرات بتلاتی ہے اُس کے محفوظ ہونے میں کیا شک کرنا درست ہوگا؟ جس کو اجتہادِ اصطفاہ ہدایت وغیرہ نعم کا ملہ سے سرفراز فرمایا وہ کیوں نہ معیارِ حق ہونے کا حقدار ہوگا۔

امورِ مسئلہ عنہما

(۱) قبلی کا قتل یقیناً قبل اعطاء النبوة ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوتِ مدین سے ہجرت فرمانے پر راستہ میں طور پر عطا فرمائی گئی اور یہ واقعہ قبلی کے قتل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے مدین جانے کا سبب ہے جس کا تقدم اظہر من الشمس ہے۔ سورہ قصص میں اعطاء حکم اور علم کا اس سے قبل ذکر کرنا تقدم زمانی کا موجب نہیں ہے۔ کما ذکرہ ارباب التفسیر۔

اور یزید کی خلافت سے متعلق ہے استعمال کیا جائے گا۔ بنیادیہ ہوگی کہ انبیاء کرام کی شان میں لوگ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو ان کے مرتبہ سے فروتر ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ خود صحابہ کو غیر معصوم مانتے ہیں یعنی ان سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ تو جن سے غلطیاں سرزد ہوں ان کو کیسے معیارِ حق بنایا جاسکتا ہے۔ خیر جب اس قسم کے فتنے سامنے آئیں گے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ خدام کافی ہیں۔ محض حضرت والاک اور توجہ کی ضرورت ہے۔ البتہ میں اپنے مزید

(۲) اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام وزیر اور خلیفہ تھے اور اُن کو نبوت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا ہی سے ملی مگر جب نبوت دیدی گئی تو حسبِ قاعدہ کُلیہ النشیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔ نبوت کے تمام لوازم کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ باز پُرس کا حق اسی درجہ میں تسلیم کیا جاسکتا ہے جس درجہ میں لوازم نبوت کا ثبوت رکھا گیا ہو۔ نیز بڑے بھائی ہونے کا بھی احترام کیا گیا ہو جو کہ ”یا ہارون ما منعک اذا رأیتهم ضلوا ان لا تتبعن افعصیت امری“ تک ہی ہو سکتا ہے۔ اخذ اُس، اخذ لُحیہ اور جُز باز پُرس میں سے نہیں ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس القاء الواج کو وضع کے معنی میں لینا تحریف معنوی سے جدا نہیں ہے۔

اس مقام پر اس سے غفلت کرنا غلطی ہو گا کہ ہم معصیت کی حقیقت پر غور نہ کریں۔

محترماً کسی عمل کے طاعت اور معصیت ہونے کا مدار نیت ہی پر ہے
 ”اَنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اَنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا تَوَيَّ“ نص صریح ہے نیز
 حدیث ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى صُورِكُمْ بَلْ يَنْظُرُ اِلَى قُلُوبِكُمْ وَ نِيَّاتِكُمْ“ (اوکا
 قال) پس وہ اعمال جو کہ سہواً یا غلطاً یا غلط فہمی سے صادر ہوں وہ درحقیقت

اطمینان کے لئے چند باتیں جاننا چاہتا ہوں جو درج ذیل ہیں۔ اجمالی اشارات بھی کافی ہو سکتے ہیں۔ اجمال کی تفصیل انشاء اللہ میں خود کروں گا۔
 (۱) قبلی کے قتل کا واقعہ قبل نبوت کا ہے یا بعد نبوت کا۔

(۲) یہ درست ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بڑے بھائی تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ ان کے وزیر اور خلیفہ تھے۔ خلیفہ سے اس کی کوتاہیوں پر باز پُرس کا حق

معصیت نہ ہوں گے (جبکہ نیت میں فساد اور نافرمانی نہ ہو) اگرچہ صورتِ معصیت پر کبھی مواخذہ بھی ہو جائے۔ فان حسنات الابراسیات المقربین نزدیکاراں بیش بود حیرانی۔ یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیت ان معاملات میں صحیح تھی۔ محبتِ خداوندی اور غیرتِ دینی ان اسباب اور اعمال کے موجبات ہیں اس لئے تحلالت اور تکلیفات کا ارتکاب بے محل ہے جس سے تحریفِ معنوی کا بہت بڑا دروازہ کھلتا ہے۔ عصمت تو معصیت سے تحفظ کی ضمانت کرتی ہے۔ سہو، خطا، غلط فہمی کی محافظ نہیں ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بوقتِ شفاعتِ کبریٰ قتلِ قبلی کا تو تذکرہ فرمایا گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام اور الواح کا تذکرہ نہیں آیا۔ قبلی کے قتل میں نیت کا فرق کچھ نہ کچھ ضرور ہے، اگرچہ قصدِ قتل نہ ہو مگر اس واقعہ میں نیت نہایت اعلیٰ تھی۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے استغفار (عما فعلہ بہارون علیہ السلام والالواح) کے متعلق تفسیرِ منطہری جلد ثالث ص ۲۶۲ میں ہے۔
والظاہران المقصود الاستغفار لاختیاء ضم الیہ
نفسہ۔ توطیۃ لہ ودفعا للشامة عنہ ولان منۃ

ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے اسی حیثیت سے باز پرس فرمائی بٹسما خلفمونی اس پر شاہد ہے جبکہ معاملہ اس حیثیت سے ہو تو نبی کی توہین کا سوال کب پیدا ہوتا ہے۔ رہا القاء الواح کا معاملہ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے القاء کو وضع کے معنی میں لیا جاسکے جس بے توقہی کے اظہار کیلئے القاء کا لفظ استعمال ہوا ہو۔ اگر ایسا درست ہو تو معاملہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جوابات ہو سکتی ہے وہ یہی کہ جوشِ غضب میں بے اعتدالی کا ظہور ہوا۔

(۴) ارفے۔ انبیاء علیہم السلام کو معیارِ حق قرار دینا اور اُس کو جُزویٰ ایمان سمجھنا کسی نصِ صریح میں وارد ہے یا عقلی قضیہ ہے۔ یعنی جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصِ صریح ہے۔ کیا محمد معیارِ للحق بھی کسی نص میں وارد ہے کہ اس کو جزوِ ایمان بنایا جائے یا نہیں، یا کسی نص میں وارد ہے النبی معیارِ للحق یا کہیں فرمایا گیا ہے ”الانبیاء معیارِ للحق“۔

بے۔ اگر نصِ صریح میں وارد نہیں ہے بلکہ عقلِ صحیح اور دلائلِ صریحہ اس کے باعث ہیں تو کیا رسالت اور معیارِ حق میں نسبتِ مساوات ہے تاکہ یہ کہا جاسکے ”کل نبی معیارِ للحق اور کل معیارِ للحق نبی“ اور اسی طرح نفیاً کہا جاسکے ”لا شیء من الانبیاء الا ہو معیارِ للحق“ اور ”لا شیء من معیارِ للحق الا ہو نبی“۔ یا ان دونوں میں نسبتِ عموم و خصوص مطلق ہے یعنی ”کل نبی معیارِ للحق“ کہنا مسلم ہے مگر کل معیارِ للحق نبی غیر لازم التسلیم ہے کیوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معیارِ حق ہو اور وہ نبی نہ ہو۔

ج۔ اگر عصمتِ معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہے تو رضائے خداوندی کیوں ذمہ دار نہ ہوگی اور خصوصاً جبکہ اس کی خبرِ حلال الغیوب نے دی ہو جس کے سامنے ازل اور ابد کی تمام کائنات حاضر ہیں کوئی چیز اس سے چھپے

تسلیم کرنا جزوِ ایمان ہو لیکن حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین غیر معصوم ہیں اُن کے غرضوں اور غلط فہمیوں کا زیادہ امکان ہے بلکہ وقوع بھی ہوا ہے بڑھتے ہوئے ان کی اصلاح کا بھی قدرے کی طرف سے کوئی اہتمام نہیں تو اس کے باوجود انہیں معیارِ حق کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے تمام امور میں ان کی اتباع کیسے ممکن ہے لاجلِ اہمیت کی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی چڑیگی اس ترک کے لئے ہمارے پاس معیارِ رسول ہی کی سنت ہوگی۔ پھر صحابہ کو معیارِ حق کہنے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں یہ ضرور ہو گا کہ ان پر تنقید اور عیب جوئی حرام و ناجائز ہوگی بجا ہونے کے باوجود اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) اور اگر یہ معیارِ حق ہیں تو جملہ صحابہ یا بعض خلفاء و راشدین؟ حضرت اہدس کی دعا و توبہ کا محتاج محمد اور پس سر لے میر۔ ۱۳۲۲ھ

نہیں سکتی۔ قال سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَإِيضَ رَبِّى وَلَا يَنْسَى۔ سابقین اولین کے متعلق آیات واردہ پر غور فرمائیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کی تصریح فرمائی ہے۔

د۔ اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہو سکتی ہے تو قادر مطلق علام الغیوب کا یہ ارشاد قطعی اپنی کفالت کا ”وَلَكِنَّتَ اللّٰهَ حَبَّتَ الْيَكْمُ الْاِيْمَانُ وَرَبَّنَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَذٰلِكَ الْيَكْمُ الْاَكْفَرُ وَالْفُسُوْقُ وَالْعِصْيَانُ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ“ کیوں نہیں ذمہ دار ہوگا۔ کیا اس خبر میں شک کرنا درست ہو سکتا ہے۔ کیا اس میں تاثر کفر نہیں ہے تو حضرات کیوں نہ معیارِ حق ہوں گے۔

۸۔ اگر عصمت (جس کا صریح اشارہ کسی قطعی نص میں نہیں ہے۔

اشارات و دلالت ہی سے اخذ کیا گیا ہے) قابلِ اعتماد ہے تو خبرِ خداوندی دخول و غلود فی الجنۃ کی جو یقینی اور قطعی ہے کیوں نہیں قابلِ اعتماد ہے۔ کیا اس میں شک کرنا درست ہوگا اور کیا غلود فی الجنۃ کسی عاصی اور نافرمان کیلئے ہو سکتا ہے۔ سابقین اولین صحابہؓ کے لئے فرمایا جاتا ہے ”واعد لهم

جنات تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدًا اذ لك الفوز العظيمة“ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت دخول جنت اور غلود کی عطا فرماتے ہیں کیا اس کی تغلیط ہو سکتی ہے۔ پھر کیا یہ حضرات معیارِ حق نہ ہوں گے۔ اور اگر

عصمت مفہوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے موجب معیار حقانیت ہو سکتی ہے تو وہ شہادت قطعی خداوندی دربارہ صحابہ کرام جس کی تصریح تواریخ انجیل، قرآن میں فرمائی گئی ہو کیوں نہ معیار حقانیت قرار دی جائے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اِلٰی قَوْلِهِ تَعَالٰی ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ۔

و۔ اگر عصمت کی وجہ سے اصحاب عصمت معاصی سے محفوظ ہو سکتے ہیں تو خبر قطعی ”یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ“ نور ہم لیسعی بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا الخ کیوں باعث تحفظ نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ طبعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے علم صدق معاصی اور ان کے تحفظ عن المعاصی کے دلائل قطعیہ ہیں۔ معیار حق ہونے کیلئے یہی اصل اصول ہے یعنی یہ علم یقینی کہ وہ شخص وقوع اور صدور معاصی سے محفوظ ہو۔ خواہ عصمت کی وجہ سے یا ثبوت رضائے خداوندی کی وجہ سے یا ثبوت غلو فی الجنتہ کی وجہ سے یا ثبوت اجتباب یا تکفل خداوندی بالمحافظت عن اسباب المعاصی وغیرہ کی وجہ سے اس کیلئے علم امکان نوعی خواہ بالذات ہو یا بالغیر کافی ہو جو کہ صحابہ کرام کیلئے حسب آیات مذکورہ یقینی ہو۔ باقی رہا پیشہ کہ انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں کا تدارک یا وہی ہو سکتا ہے غیر انبیاء کی غلطیوں کا تدارک نہیں ہو سکتا کیونکہ وحی غیر انبیاء پر نہیں آ سکتی بالکل لایعنی ہے۔

(الف) جبکہ عنایت ربانی اپنی رضا اور توبہ کی قطعی خبر دے چکی ہے

تو وہ غلطی ہونے ہی نہ دے گی ورنہ کذب خیر خداوندی لازم آئے گا۔ وہو محال۔
(ب) اور اگر غلطی بفرض محال ہوئی بھی تو اس کا تدارک کر لگی جسکی وہ ذمہ داری اپنے اوپر لے چکی ہے۔

(ج) کیوں نہ تحدیث اور الہام ہے اس کا تدارک ہو سکیگا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُجَدِّثُونَ فَإِنْ كَانَ فِيكُمْ مُجَدِّثٌ فَعُمِّرْ (أَوْ كَمَا قَالَ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَقُّ يَنْطَلِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ (أَوْ كَمَا قَالَ)

(د) کیوں نہ روایے صالحہ سے اس کا تدارک کیا جا سکیگا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَتِ النَّبُوءَةُ وَبَقِيَتِ الْمَبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمَبَشِّرَاتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ أَوْ تَرَى لَهُ (أَوْ كَمَا قَالَ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَارْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوءَةِ (أَوْ كَمَا قَالَ)
(ه) کیوں نہ بصیرت خواص مؤمنین اس کی تدارک کر سکیگی۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا

لہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے پہلی امتوں میں بھی محدث ہوا کرتے تھے (جس پر منشاء الہی منکشف ہو جایا کرتا تھا) پس اسی انداز میں اگر تم میں بھی محدث ہیں تو وہ عمرہ ہیں۔ لہ حق عمرہ کی زبان پر ولید ہے۔ لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت تو ختم کر دی گئی البتہ مبشرات باقی رکھے گئے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اُس کو دکھایا جائے۔

لہ اچھا خواب نبوت کا ایک ٹکڑا ہے نبوت کے چھالیس ٹکڑوں میں سے۔
لہ کہہ دے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں بھی اور جو میرے پیروں میں وہ بھی۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِي (سُورَةُ يُسُف)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ

فَاتِهِ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (الْحَدِيث)

(و) جبکہ ارشاد ہے لَا تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ اور قرآن فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى الْآيَةُ تو کیا یہ ارشاد باعثِ تحفظ نہ ہوگا اور وہ قادرِ مطلق مقلبِ القلوب تحفظ کر کے ایسی غلطیوں کو نیست و نابود نہ کر دیگا؟

محترماً! صحابہ کرامؓ کی وہ غلطیاں جن کو آپ امکان بلکہ وقوع کے درجہ میں دکھلائے ہیں۔ اگر روایاتِ تاریخیہ اور احادیث سے ثابت ہیں تو وہ ان قطعیاتِ قرآنیہ کے سامنے کسی طرح کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت ہو بھی تو وہ نیتِ ہائے فاسدہ سے صادر ہوتی ہے یا نیتِ صالحہ سے۔ کیونکہ بسا اوقات غلط فہمی اور خطا سے کوئی عمل صادر ہوتا ہے مگر وہ ان اعمالِ قبیحہ سے بہت ہی گرا ہوا اور خفیف شمار ہوتا ہے جو کہ عدا اور بہ نیتِ فاسدہ وقوع میں آئے ہوں۔ قتلِ عدا اور قتلِ خطا کی جزاؤں میں کس قدر تفاوت ہے۔ حالانکہ دونوں میں مقتول کی جان ہلاک ہوتی ہے۔ اگر کسی نے اپنی زوجہ سمجھ کر اجنبیہ سے جماع کیا تو کیا اس وطی بالشبہ کی وہ سزا ہوگی جو جان بوجھ کر اجنبیہ سے جماع پر مقرر ہے، حالانکہ دونوں میں جماع

لے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مؤمن کی فراسۃ بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔
یہ میری اُمت کا جماع گراہی پر نہیں ہو سکتا۔

متحقق ہے۔ بہر حال جو اعمال خطاً ہوئے ہوں وہ ان اعمال سے نہایت
 ملکہ ہیں جو کہ عَمْداً کئے گئے ہوں۔ غواہ یہ خطاً فعل میں ہو یا علم یا سمجھ میں ہو۔
 ثانی الذکر ہی کو مصیبت کہا جاتا ہے بخلاف اوّل الذکر کے۔ ان کے لئے تو
 رفع کی تصریح ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ”لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا
 اَوْ اَخْطَاْنَا“۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ عَنْ
 اُمَّتِی الْخَطَا وَالنَّسِیَانَ۔ انبیاء علیہم السلام کی خطائیں سب اسی
 قسم کی ہیں اس لئے وہ باوجود عصمت صدور پذیر ہوئیں ان میں فسادِ نیت
 کا شائبہ بھی نہیں۔ اسی وجہ سے ائمہ اہل سنت والجماعت مشاجرات صحابہ
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خطاً اجتہادی قرار دیتے ہیں۔ اگر حضرت آدم
 علیہ السلام کے ارتکابِ اکلِ شجرہ کو ارشادِ فَنَسِیَ وَلَمْ یَجِدْ لَہٗ عِزْمًا
 ذَنْبٌ خَفِیْفٌ اور غیر موجبِ مؤاخذہ اور داخل فی العصمتہ قرار دیتا ہے تو حضرت
 علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کو ان کے مناقب کی آیات
 اور احادیثِ صحیحہ کیوں نہ ملکی اور غیر موجبِ مؤاخذہ اور داخل فی المحفوظیت
 قرار دیں گی اور کیوں نہ اُن کے دامن کو خطاً اجتہادی قرار دیکر منزہ اور پاک
 سمجھا جائے گا۔

محترماً! صحابہ کرامؓ میں جو بھی کمالات اور بھلائیاں ہیں خواہ از قسم
 علم ہوں یا از قسم عمل، وہ سب جنابِ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی کے

لے لئے رب ہمارے نہ کرے کہ ہم کو اگر ہم چاہیں اے میری اُمت سے خطاً اور نسیان معاف کر دیا
 گیا ہے۔ اے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں پختگی۔

طفیل اور آپ کے اتباع ہی سے ہیں۔ بالذات کچھ نہیں ہے۔ مگر جبکہ قرآن اور احادیث صحیحہ نے ان میں موجبات معیاریت حقانیت کی خبر دیدی تو آج ہم کو اُن کی معیاریت میں کلام اور تامل کرنا یقیناً قطعیات کا انکار ہوگا جو کہ اسکا کتاب اللہ ہے۔

آپ کا یہ ارشاد ”اور تمام اُمور میں ان کی اتباع کیسے ممکن ہے۔ لامحالہ بہت سی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی پڑے گی اور اس کے ترک کیلئے ہمارے پاس معیار رسولؐ ہی کی سنت ہوگی۔ پھر صحابہؓ کو معیارِ حق کہنے کا کیا مطلب؟“ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں بھی تو روایات اور احادیث متعارضہ موجود ہیں تو پھر آپ کو بھی معیارِ حق کس طرح قرار دے سکتے ہیں اور پھر آگے چلئے۔ جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کے ارشادات قرآنیہ میں بھی تو بظاہر تعارض و تخالف موجود ہے۔ پھر کتاب اللہ اور جناب باری عز اسمہ کو بھی معیارِ حق قرار دینا ناممکن ہوگا۔ آخر اسی کی وجہ سے تو مجتہدوں اور اسلافِ کرام میں جدوجہد اور اصول فقہ و کلام اور کتب مبسوطہ لکھنے اور تدوین کی ضرورت پیش آئی۔ پھر حدیث اقتداء بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ الحدیث۔

اور علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المہدیین اعضا علیہا بالنواجذ وغیرہ احادیث صحیحہ کثیرہ دربارہ صحابہ کرام کا اتباع جناب

لے ترجمہ: ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں، یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔

لے ”تم پر لازم ہے میرے طریقہ (سنت) کی اتباع اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں اُن کی سنت (طریقوں) کی اتباع۔ اس کو دانستوں سے بکراؤ۔“

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کیا ہے۔ ان کا اتباع بحیثیت رسالت نہیں ہے بلکہ بحیثیت نقل و فہم ہی کیا جاتا ہے۔ کسی کو مطاع بالذات نہیں کہا جاتا ہے۔ مطاع مطلق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے یہ کلام جناب والا کا سمجھ میں نہیں آتا۔ غور فرمائیے۔

(۵) آپ فرماتے ہیں ”اور اگر معیارِ حق ہیں تو جملہ صحابہؓ یا محض خلفاء،

راشدین۔“

محترماً! جن صحابہؓ کے متعلق نصوص وارد ہیں اُن کے لئے تو اس کو تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ آپ نے دربارہ صحابہؓ کرام نصوص کو دیکھ لیا۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ مگر مودودی صاحب تو سلب کلی فرماتے ہیں، کسی ایک صحابی کو مستثنیٰ نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو بھی سوائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق، تنقید سے بالاتر، اور اُن کی ذہنی غلامی جائز نہیں قرار دیتے تو پھر یہ عقیدہ مودودی ان کس طرح جائز اور صحیح ہے اور کس طرح تعلیم ایمان کی تعلیم قرار دیا جاسکتی ہے۔ غور فرمائیے اور ان کے ایمان کو ثابت کیجئے جو ہم کو نسلی مسلمان اور اپنے آپ کو اصلی مسلمان کہتے ہیں۔ وَ اِلَی اللہ الْمُنْتَکِلُ۔ (مکتوبہ جلد سوم ص ۲۷ یا ص ۳۸)

نگاہِ اسلاف

حسین احمد غفرلہ



{بنام جناب لانا عبد الماجد صاحب دریا بادی}

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والانا موزعہ ۶ رمی باعث سرفرازی ہوا۔ گرمی کی شدت اور مشاغل

رمضان کی گراں باری کی وجہ سے باوجود ضرورت اور روزانہ جدوجہد کے ارسال

عریضہ میں تاخیر ہو گئی۔ بحمد اللہ خیر و عافیت سے ہوں۔ جناب کا جواب بیان چھپا ہے

اُس کی ایک کاپی حاصل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں تاکہ غور فرمائیں۔

مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :-

(۱) یہ بنیادی عقیدہ دستور اس جماعت کا بنایا گیا ہے جس کو مودودی

صاحب نے انشا کیا ہے اور اس کو اصلی مسلمان اور دوسرے کو نسلی مسلمان کے

لقب سے بار بار یاد فرماتے ہیں۔

(۲) اس عقیدہ کی بناء پر اجتہاد ہر عربی جاننے والے کے بحیث اور پروفیسر

وغیرہ پر اس طرح ضروری ہو جاتا ہے جیسے کہ ہوا اور پانی ہر انسان کے لئے ضروری

ہیں چنانچہ ان کی تصانیف تصریح کر رہی ہیں۔

(۳) اس عقیدہ والے کو تقلید کسی امام مذہب اور امام طریقت اور

کسی تابعی اور کسی صحابی کی کرنی درست نہیں ہے۔

(۴) ان لوگوں کی تصریح ہے کہ بحز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام

انسان خواہ صحابہ ہوں یا تابعین، خلفاء راشدین ہوں یا غیر خلفاء، ائمہ جرح و

تقریباً ہوں یا ائمہ حدیث و فقہ ہوں، سب میں انسانی کمزوریاں ہیں، کوئی معصوم نہیں ہے۔ اس لئے کسی کو امام اور مقلد بنانا درست نہیں ہے۔ سب میں خطا اور غلطی کا احتمال ہے۔ اس لئے بجز ذات نبوت علیہ السلام کوئی بھی نہ معیارِ حق ہے اور نہ کسی پر احکام دینی ہے۔

(۵) یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جاہلیت، حضرت مسطح کے لفظ کو بند کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاہلیت و فسادِ نبوی پر تلوار نکال کر لڑکوں کو قتل و فساد سے روکنا وغیرہ ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی متعدد جاہلیتوں کو ذکر کرتے ہیں۔ نیز دیگر صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسے ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں کہ ایک عامی مسلمان ان کو سننا گوارا نہیں کر سکتا اور ان امور کو ابن عبد البر اور ابن تیمیہ وغیرہ مصنفین کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اس قسم کے متحدہ امور میں جن کو اسی عقیدہ کی بناء پر فرغ دیا گیا ہے اور مودودی تصانیف جگہ جگہ پر ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

چونکہ ایسی ایسی ہفتوات کی بناء پر تمام قلعہ روایات کی تصحیح اور تقویت کا منہدم ہو جاتا ہے، اس لئے ذوق مجتہد (مودودی) کو بھی معیارِ حق قرار دیتے ہیں۔ یہ غیر متناہی مجتہدوں اور بالخصوص ان کے امام مودودی صاحب جن روایات کو اپنے ذوق سے صحیح قرار دیں وہ ہی صحیح ہیں اور جن کو مجروح قرار دیں وہ مجروح ہیں۔ ہر پروفیسر اور ہر مجتہد اس کا مجاز ہے۔ کتب صحاح بالکل لغو ہیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام اہل سنت والجماعت محدثین، فقہاء، علماء کرام وغیرہ متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان کی توثیق اور عدالت کی بحث کی ضرورت

ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبکہ قرآن مجید میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس قدر ان کی توثیق اور تعدیل کر دی ہے کہ اس سے زائد ممکن نہیں۔ البتہ خواجہ، روافض وغیرہ فرق مبتدعہ عدالت صحابہؓ کے قائل نہیں ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ اگر صحابہؓ کراخ میں انسانی کمزوریاں اسی طرح غالب ہیں تو کتاب (قرآن مجید) اور حدیث (سنت) پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہر ملحد و زندقہ کو گفتگو کرنے اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کا موقع ہاتھ آتا ہے۔

بہر حال یہ عقیدہ جس کے متعلق آپ نے بلاغور و فکر فرمایا کہ ”آپ نے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا ہی چاہیے“ الخ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ تو مودودی صاحب کے اقوال اور عقائد سے بہت زیادہ واقف ہیں کیا ان الفاظ میں تلبیس شدید اور انتہائی تخریب پنہاں نہیں کی گئی ہے۔

(الف) رسول خدا (علیہ السلام) کے سوا جتنے انبیاء علیہم السلام ہیں کیا وہ معیارِ حق نہیں ہیں ؟

(ب) کیا ان پر آج بھی ایمان لانا اور اخلاقِ کاملہ و اعمالِ نبوت سے متصف قرار دینا فرض نہیں ہے ؟

(ج) کیا ان کی شان منصبِ نبوت کے خلاف کسی قسم کی گستاخی کرنا آج جائز ہے ؟

(د) کیا معیارِ حقیقتِ لوازمِ نبوت میں سے نہیں ہے ؟ اس کا انکار ان کی نبوت کے انکار کو مستلزم نہ ہوگا ؟

(۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق قرار دینا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے اس وصف کو نفی کرنا جیسا کہ صریح مدلول اس دفعہ کا ہے۔ کیا یہ تفریق بین الرسل اور حرام نہیں۔

(۶) کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق جمیع الانبیاء ہونا اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی تفصیل قرآن اور حدیث میں آئی ہے اس کا انکار کر دیا جائے؟

(ز) کیا اصول فقہ کا مسلم مسئلہ نہیں ہے کہ شریعت من قبلنا شریعت لنا اذا لم یکن منسوخاً و ذکر فی کتبنا۔

(ی) کیا قرآن مجید کی آیت ”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْبَدَ“ (سورہ انعام) ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ ابْنَاهُمْ حَنِيفًا. (سورہ نحل) قُولُوا أَمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ الْآلِيَةِ (سورہ بقرہ) وغیرہ آیات متعددہ میں آج بھی ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور یقین رکھنے اور ان کو معیارِ حق ماننے کا حکم قطعی نہیں۔ امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے آپ کا جواب سمجھ میں نہیں آتا۔ غور فرمائیے یہ ارشاد اس جگہ میں فرمانا ”انبیاء سابقین کی تصدیق اور ان پر ایمان تو ایک کھلا ہوا مسئلہ ہے۔ یقین نہیں آتا کہ مودودی صاحب یا ان کے اتباع میں سے کسی نے اس سے انکار کیا ہو۔“ ان کی صریح عبارت کا انکار ہے۔ مودودی صاحب دستور اپنی جماعت کا لکھ رہے ہیں۔ عرصہ دراز سے یہ دستور شائع اور معمول بہ ہو رہا ہے اور الفاظ اتنی وضاحت کے ساتھ سلب کلی کے طور پر ہر انسان سے معیاریت

حق اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کے ابتلا کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پھر آپ کی یہ توجیہ کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ اس عموم اور استغراق اور سلب کلی اور اطلاق کو کہاں لیجائیں گے۔ بحث الفاظ پر ہے احتمالات غیر مفہومہ عن العبارة پر نہیں ہے اور اگر آپ مودودی صاحب کی تصانیف اور ان کے خواص کی تالیفات کا استقصاء فرمائیں گے تو نہ صرف عام انبیاء و رسل بلکہ اولوالعزم رسولوں کی بھی ان کے بے پناہ قلم سے پناہ اور ان کی تنقید سے نجات نہ پائیں گے۔

بہر حال الفاظ صاف ہیں۔ آپ کا فریضہ یہ تھا کہ خطا کو ظاہر نہ کر لوگوں کو غلط روی اور گمراہی سے بچاتے کسی شخص کی تکفیر اور تفصیل مطمح نظر نہیں ہے بلکہ اس بنیادی غلطی اور فاسد عقیدہ سے لوگوں کو بچانا ہے۔ غور فرمائیے۔

لفظ معیار حق کی جو تاویل جناب نے فرمائی اور وہ بھی بلفظ غالباً وہی محل تامل ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہی تھا جیسا کہ والانامہ میں (۲) پر کہا گیا ہے ”معیار حق سے اس جماعت کا اشارہ غالباً وہی کی جانب ہے۔ یعنی اصلاً معیار حق وہی الہی ہی ہے۔“ تو اولاً عرض یہ ہے کہ اگر اس قسم کا احتمال اعتبار کرنے پر اس کی تصویب کی گئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ شائع شدہ عبارت یعنی ”اپنے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے بعض تو ضیح فقرے بڑھائے جائیں۔“ کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جبکہ مسئلہ یقینی اور اتنا ضروری کیسے رہ گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ تو عین حق و صواب ہے اور مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا ہی چاہیے۔

محرر! لفظ معیارِ حق ایک لغوی لفظ ہے کسی فن کا اصطلاحی لفظ نہیں ہے۔ لغت عربی میں معیار ہر اُس شے پر بولا جاتا ہے جس سے کسی چیز کی مقدار پہچانی جائے خواہ ناپ و کیل ہو یا وزن وغیرہ۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے فعل، قول، عقیدہ، حال پر پورا اعتماد اسی طرح ہو جائے کہ اس میں قصداً غلطی اور نافرمانی کی گنجائش نہ ہو وہ معیارِ حق ہوگا اور اس کے ذریعہ سے حق پہچانا جائیگا خواہ اس پر وحی الہی آتی ہو یا نہیں۔

(الف) اگر رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلام قطعی اور قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں، تو یقینی بات ہے کہ اس سے قصداً کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا ورنہ اس علم قدیم میں جو کہ ”لا یغیب عنہ منقال ذرۃ“ کا مصداق ہے خلل لازم آئے گا۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قصداً گناہ کر نیوالے سے بھی راضی ہو سکتا ہے حالانکہ حق وہ ہی امر ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ قرآن مجید میں ہے ”ولا یرضی لعبادہ الکفر“ اس لئے کسی ایسے شخص کے معیارِ حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہو۔ جیسے سالقین اولین ہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سورۃ توبہ میں اور اصحاب حدیبیہ کے لئے سورۃ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(ب) علیٰ ہذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق ہمیشہ جلتی رہنے کی یعنی تابید کی خبر دی گئی ہے تو اس کے متعلق بھی کوئی بالقصد غلط کاری اور معصیت کے ابتلا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یقیناً اس کے اعمال اور اقوال حق ہی

ہوں گے۔ اس میں کوئی شائبہ باطل کا نہیں پایا جاسکتا ورنہ یا اخبار قطعیہ قرآنیہ پر حرف آئے گا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اشخاص جن میں معصیت کا تحقق ہے وہ مؤبد فی الحجۃ ہوں۔ یا یہ خبر تابد حجت کی سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سورہ توبہ میں وارد ہے۔

(ج) علیٰ هذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق تحفظ عن المعاصی والمکر وہات کا اعلان کر دیا گیا ہے وہ یقیناً معیار حق ہوگا۔ اس کی تمام حرکات سکانت نظر خداوندی کی حفاظت میں ہوں گی۔ اس سے کوئی گناہ قصداً صادر نہ ہوگا۔ جیسا کہ سورہ حجرات میں صحابہ کرامؓ کے متعلق اعلان کیا گیا ہے۔ مذکورہ ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبُ الْيَمَانِ وَزِينَهُ فِي قُلُوبِكُمْ
وَكَذَٰلِكَ الْيَكْمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ
هُمُ الرَّاٰشِدُونَ۔ الآیہ۔

کیا اس کفالتِ قویہ کے بعد بھی کسی نافرمانی کا احتمال ہو سکتا ہے؟
اسی طرح سورہ تحریم کی آیت ”یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنو معہ“ الآیہ۔ سورہ فتح کی آیت ”فحمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم“ الآیہ۔ سورہ حشر کی آیت۔ سورہ اعراف کی آیت اور متعدد دکی آیتیں قطعی طور پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق انتہائی تزکیہ اور تبدیل پر زور دار روشنی ڈال رہی ہیں تو کیا یہ صحابہ کرامؓ معیار حق نہ ہونگے؟ اور ان کے اعمال و اقوال سے حق پہچانا نہ جاسکیگا؟ حالانکہ حدیث شریف میں ہے

اصحابی کا نجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ علیکم بستی
 وسنة الخلفاء الراشدین (الحديث) اقتدوا بالذین من بعدی
 ابی بکر و عمرؓ (الحديث) احادیث صحیحہ اس بابے میں بہت زیادہ ہیں بطول کے
 خوف سے مذکورہ بالا مختصر عرض پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس لئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ
 تعالیٰ کی اس تصریح کے بعد اگر ہم اس عقیدہ مودودیہ پر نظر ڈال کر فیصلہ کرتے
 ہیں تو کیا مخالفت قرآن حکیم لازم نہیں آتی اور کیا ایسی خبر خداوندی کے بعد بھی
 حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم اور دوسرے
 محترم صحابہؓ کو جانچنے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اور کیا مودودی صاحب کا سلب
 کلی کہ کوئی انسان رسول خدا کے سوا نہ معیار حق بن سکتا ہے نہ تنقید سے بالاتر
 ہو سکتا ہے، نہ اس کی ذہنی غلامی جائز ہو سکتی ہے بالکل غلط اور باطل نہیں ہوتا۔
 پھر آپ کے یہ کلمات شائع شدہ کس طرح قابل تسلیم ہو سکتے ہیں؟

محترم! گفتگو اس میں ہے کہ ان نصوص کے وارد ہونے کے بعد جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معیار حق ہے یا نہیں؟ اس کی تقلید آنکھ
 بند کر کے کرنے پر انسان متبع حق رہیگا یا نہیں؟ مودودی صاحب کلیتہً نفی
 فرماتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ تک کو بلکہ خیر الامۃ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بھی یہ
 حق معیاریت اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کا نہیں دیتے۔ مگر آپ کا
 شائع شدہ مضمون نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اس کو عین حق اور صواب اور
 ہر مسلمان کا وہی عقیدہ ہونا لازم کر رہا ہے۔

آنجناب کے اس والا نامہ کے مضمون کو جبکہ میں شائع شدہ عبارت کے

سامنے رکھتا ہوں تو توافق تو درکنار مخالفت پاتا ہوں۔ مہربانی فرما کر واقعیت سے خبر دیجئے اور مودودیوں کی شائع کردہ تحریر کی تردید فرمائیے۔ احتمالات اور حُسنِ ظن کے امکانات سے قطعی فیصلہ کسی عقیدہ دینیہ اور دستور میں کرنا انتہائی غلطی کے مُراد ہے۔ اس سے خلقت کی گمراہی کا وبال اٹھانا لازم آئے گا۔

یہ تو نہایت مختصر عرض پیش کر سکا ہوں، اگر کوئی موقع ملا تو تفصیلی باتیں عرض کروں گا۔ میری اس عرض پر چہیں بچیں نہ ہوں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر ممکن ہو تو جلد جواب با صواب سے مشرف فرمائیں۔

تنگ اسلاف

(مکتوب ۲۹ جلد سوم ص ۱۲۷)

حسین احمد غفرلہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ



{ ایک سائل کے نام }

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
تمام اہل سنت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ شخص
کلمہ طیبہ (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) صدق
دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی مستحق ہو جاتا ہے اور جو شخص جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ
کتا بہائے خداوندیہ، قیامت، تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان

اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے یہ ایمان و اسلام زائل نہیں ہوتا۔ اعمال ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ ہاں اگر ان امور ایمانیہ کا انکار و جمود پایا جائے تب بیشک استحقاق کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ البتہ گمراہ فرقہ خوارج معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال مرضیہ کے ترک کرنے سے پاکیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم اور تلقین کرتی ہے۔

چنانچہ مودودی صاحب اپنے رسالہ ”حقیقت حج“ میں زیر عنوان ”حج کی تاریخ مابعد“ میں فرماتے ہیں۔

(نیز ان چھوٹے رسالوں کے علاوہ خطبات میں بھی یہ عبارتیں موجود ہیں اور انہیں سے یہ مضامین اور عبارتیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں)

”یہ وہ مسلمان جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمہ ہے۔ دُنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں کچھ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گزرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔“

جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور قرآن سے جاہل ہے جو ان کو مسلمان سمجھتا ہے۔“ (خطبات صفحہ ۱۸۶)
 نیز رسالہ ”حقیقت زکوٰۃ“ میں زیر عنوان ”زکوٰۃ کی اہمیت“ فرماتے ہیں:-

”اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں، کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔“ (خطبات صفحہ ۱۲) شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدرآباد دکن
 پھر لکھتے ہیں:-

”ان دُور کا انِ اسلام (نماز روزہ) سے جو لوگ بُگڑ مانی کریں اُن کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔“ (خطبات صفحہ ۱۳ زکوٰۃ)
 پھر فرماتے ہیں:-

”قرآن کی رُو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔“ (خطبات صفحہ ۱۴)
 مذکورہ بالا تصریحات پر غور فرمائیے۔ پاکستان اور ہندوستان کے وہ تمام سربراہ اور وہ مسلمان لیڈر جو کہ برسرِ اقتدار ہیں اور دُور دُور کے ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانہ سابق میں ان دور دراز ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمت حج و زیارت مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے سرسید اور جسٹس محمود سے لے کر اس زمانہ کے جملہ اشخاص جن

میں علامہ سراقبال، قائد اعظم، نواب زادہ لیاقت علی خاں، سرناظم الدین وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آتے ہیں۔ سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام اور ایمان سے خارج کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ اسی طرح وہ تمام اسلامیت کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے اور ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا بے معنی اور ان کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بے کار ہے۔ اور چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں، ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا یقینی ہے اس لئے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔ اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور ان کی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گو یا ان امت محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی؟ بے شک ایسے لوگ فرائض کے تارک گنہگار مستحق عقاب ہیں۔ ان کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بد اعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں) اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج نظر شرح میں نہیں کئے جاسکتے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ اور ایمان ان کو ضرور بالضرور نفع پہنچائے گا اگرچہ بد اعمالیوں کی سزا کے بعد ہی ہو (اگر شفاعت یا دیگر وجوہ رحمت سے مستفیذ ہو سکے) مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ ذرہ برابر بھی ایمان کا درجہ ان کے لئے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہو گا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ امت محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح غلو فی الدین ہے۔

اعمال کو جزو ایمان قرار دینا | اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمال اسلامیہ

کو جزو ایمان بجز فرقہ ہائے ضالہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ ان کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مودودی صاحب ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ان کا مسلک اہل سنت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ صریحہ کے بالکل منافی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلفِ محدثین اور شافعیہ اور اہل ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہل سنت میں سے ہی ہیں۔ مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو ایمان کا جزو مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انعدامِ ایمان اسی طرح ہو جائے جس طرح جزو کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے۔ بلکہ جزو متمم اور مکمل کہتے ہیں اور ان کے انعدام سے کمالِ ایمانی معدوم ہو جاتا ہے، نفسِ ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسے کہ اجسامِ انسانیہ کے دو تم کے اجزاء ہیں، بعض مکملہ ہیں جیسے کہ انگلیاں، ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، پیر۔ اور بعض مقومہ ہیں جیسے دل، دماغ، جگر وغیرہ اعضائے رئیسہ۔ پہلے قسم کے اعضاء کے کٹ جانے سے انسان مرنے نہیں ہے البتہ اُس کے جسمانی کمال میں نقصان ہو جاتا ہے۔ بخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے اس لئے تارکِ اعمال کی تکفیر نہیں کی جاسکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:-

”المعاصی من امر الجاہلیۃ ولا یکفر صاحبہا“

بارتکابھا الا بالشرک الخ (معاصی رسوم جاہلیت میں

ہے ہیں (لیکن) عصاة کو جب تک کہ ان کی معصیت حد شرک میں نہ داخل ہو کا فرق نہ کہا جائے گا)

امام نووی شافعیؒ شرح مسلمؒ ۲۵ میں فرماتے ہیں:-

ثمران اسمہ الايمان يتناول لفظ ايمان میں وہ تمام چیزیں شامل
مافسر به الاسلام في هذا ہیں جو اس حدیث میں بلسلہ تفسیر
الحدیث وسائر الطاعات اسلام بیان کی گئی ہیں اور تمام طاعات
لکونها ثمرات للتصديق بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اس تصدیق کے
الباطن الذي هو اصل ثمرات اور مقوی اور متمم ہیں جو کہ اصل
الايمان ومقويات ومتمات ایمان ہے۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ
وحافظات له ولهذا افسر علیہ وسلم نے عبد القیس والی حدیث
صلی اللہ علیہ وسلم الايمان میں ایمان کی تفسیر شہادتین، صلوٰۃ
فی حدیث عبد القیس زکوٰۃ، صوم رمضان اور ادائے خمس
بالشهادتين والصلوة و کے ساتھ کی ہے۔ اور اسی لئے مؤمن
الزکوۃ وصوم رمضان واعطاء مطلق کا لفظ اس شخص پر نہیں بولا
الخمس ولهذا لا يقع اسم المؤمن جاتا ہے جو کہ مرکب کبیرہ ہو یا تارک
المطلق علی من ارتكب كبيرة او فرض ہو، کیونکہ مطلق کا اطلاق
ترك فريضة لان اسم شئ مطلقاً کامل ہی پر ہوتا ہے اور ناقص
يقع على الكامل منه ولا يستعمل میں استعمال قرینہ یا قید کے
في الناقص ظاهراً لا بقيد۔ بغیر نہیں ہوتا۔

اور صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں :-

واعلم ان مذهب اہل الحق جاننا چاہیے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اہل
انہ لا یکفر احد من اہل القبلة قبلہ میں کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ
بذنب لا یکفر اہل الاواء والبیع سے کافر نہ کہا جاوے۔ نہ اہل اہواء اور
وان من جحد ما یعلم من دین اہل بدعت کو کافر کہا جاوے لیکن ضروریات
الاسلام ضروریہ حکم بدعتہ کفرہ الخ اور قطعیات اسلامیہ کے منکر خارج از اسلام ہیں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۴
میں فرماتے ہیں :-

فالسلف قالوا هو (الایمان) اعتقاد سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کہتے
بالقلب نطق باللسان وعمل ہیں دل سے شہادتین کا اعتقاد کرنا اور اعضاء
بالارکان وارادوا أن الأعمال سے مقتضائے شہادت پر عمل کرنا۔ زبان سے
شرطی کمالہ ومن ہننا القول کلمہ شہادت ادا کرنا۔ سلف نے عمل کرنے کو
بالزیادة والنقص کما سیأتی و کمال ایمان کے لئے شرط قرار دیا ہے اور اسی
المرجئة قالوا هو اعتقاد ونطق وجہ سے سلف قائل ہو گئے کہ ایمان میں زیادتی
فقط والمعتزلہ قالوا هو العمل اور کمی واقع ہو سکتی ہے (یعنی اعمال کی کمی
والنطق والاعتقاد والفارق اور زیادتی کے اعتبار سے) اور فرقہ مرجئیہ کا
بینہم وبين السلف انہم جعلوا مسلک یہ ہے کہ ایمان اعتقاد شہادت اور
الاعمال شرطی صحیحۃ والسلف زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے (یعنی
جعلوا شرطاً فی کمالہ عمل سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں) اور فرقہ

کرامیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے۔ اور فرقہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان عمل، نطق شہادت اور اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ معتزلہ اور سلف صالحین کے مسلک میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ عمل کو ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط قرار دیتے ہیں اور سلف صالحین عمل کو صحت ایمان کے لئے شرط قرار نہیں دیتے بلکہ کمال ایمان کے لئے شرط کہتے ہیں۔

کلام سابق سے معلوم ہوا کہ علمائے کلام (اشاعرہ و ماتریدیہ) اور شافعیہ اور محدثین اور سلف میں نزاع لفظی ہے۔ علمائے کلام نفس ایمان میں اعمال کی جڑ کے نافی ہیں، کمال ایمان میں جڑ نیت کے نافی نہیں۔ اور سلف اور شافعیہ اور محدثین کمال ایمانی میں جڑ نیت کے قائل ہیں نفس ایمان میں نہیں۔ اس لئے مرتکب کبیرہ اور تارک اعمال مفروضہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہوگا اور نہ نفس ایمان سے محروم ہوگا، البتہ کمال ایمانی سے سب کے نزدیک محروم ہے گا۔ اس لئے مودودی صاحب کا ارشاد بالکل اہل سنت والجماعت کے خلاف اور خوارج اور معتزلہ ہی کا مذہب ہے جس کو مودودی جماعت اختیار کئے ہوئے ہے اور مسلمانوں کو اسی طرف بلاتی ہے اور اسی میں داخل کرتی ہوئی ان کو خارجی اور معتزلی بنا کر گمراہ کرتی ہے۔ اس پر مودودی صاحب کے یہاں آج ہندوستان اور پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کے اکثر و بے نہایت مسلمان دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ آج ملتِ محمدیہ میں بڑی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تمام یا اکثر یا بعض فرائض کے تارک ہیں۔ ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا اور اقرار و یقین باللہ و بالرسول لغو اور غیر قابل اعتبار ہو جاتا ہے۔ جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کرتے پھرتے اور

بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریریں اور لٹریچروں سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہو گئے تھے دین دار ہو گئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بنا پر سب کو ان ہی کے حلقہٴ ارادت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دامِ تیر و میر میں گرفتار ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لٹریچروں سے دائرہٴ ایمان و دین میں داخل ہونے والے زیادہ ہیں یا ان لٹریچروں کی وجہ سے نکل جانے والے زیادہ ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو دائرہٴ اسلام و ایمان سے خارج نہیں کرتے اُن کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں، حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث ان لوگوں کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور ان کو مغفرت اور نجات کی امید لاتی ہیں۔

(۱) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَمَنْ يَكْفُرْ بِسُوءِ ظَنِّهِ لَشَيْطَانٍ مِنْ بَدْعِهِ اقْتَدَا وَهُوَ

بِالطَّاعَةِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ

فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا. الْآيَةُ ۝ حَلَقَةُ تَهَام لِيَا جِسْمَ كُوسِي طَرِجْ شَكْسَكِي نَهِيں۔

(۲) وَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: وَمَنْ

يَسْلُمُ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ

مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

الْوُثْقَىٰ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ

اور جو شخص اپنا منہ اللہ کی طرف بھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہٴ تہام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔ اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے باعثِ غم نہ ہونا چاہیئے۔

الینا مرجعہم فننبئہم
بما عملوا ان الله علیہم
بکذات الصدور (نہان)

ان سب کو ہمارے پاس لوٹنا ہے۔ سو ہم ان کو جہلا
دیں گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو
دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔

(۳) وقال تعالیٰ: ومن یرغب عن
ملة ابراهیم الا من سفہ
نفسه ولقد اصطفینا فی
الدنیا وانه فی الآخرة لمن
الصالحین۔ اذ قال له ربہ
اسلم قال اسلمت لرب
العلمین (بقرہ)

اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی شخص وگردانی
کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہوا اور
ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور آخرت
میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے
ہیں جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ
تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں
نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی۔

(۴) وقال تعالیٰ: قل یا اہل الکتاب
تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا
وبینکم ألا نعبد الا الله و
لا نشرک بہ شیئاً ولا
یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً
مِن دون الله فان تولوا
فقولوا اشهدوا باننا
مسلمون (آل عمران)

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی
بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان
برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم اور کسی کی عبادت
نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ
ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو
رب نہ قرار دے حتیٰ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ
اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو ماننے
والوں میں ہیں۔

(۵) وقال الله تعالیٰ: ات الله

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے گا

لا یغفر ان یشرك به
و یغفر ما دون ذالک
لمن یشاء (انعام)

کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے
اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کیلئے منظور
ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔

(۶) وقال تعالیٰ: قل یا عبادى
الذین اسرفوا علی انفسهم
لا تقنطوا من رحمة اللہ
ان اللہ یغفر الذنوب
جميعًا (الزمر)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو!
جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی
ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید
مت ہو۔ بالیقین اللہ تمام گناہوں
کو معاف کر دے گا۔

(۷) وقال سبحانه وتعالى: وان
طائفتان من المؤمنین
اقتتلا فاصلا حوا بینہما

اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں
لڑ پڑیں تو ان کے درمیان
اصلاح کر دو۔

(۸) وقال تعالیٰ: الذین امنوا
ولم یلبسوا ایمانہم
بظلمہ اولئک ہم الامن
وہم مہتدون (انعام)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان
کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے
انہیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ
پر چل رہے ہیں۔

وفسر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم "الظلم" بالشُرک۔
(۹) وقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ما من عبد قال لا الہ
علاہ الا ہو بھراہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ظلم کی جو
اس آیت کریمہ میں "شُرک" کے ساتھ تفسیر فرمائی
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص
کابندہ کلمہ توحید کا قائل ہو پھر اسی عقیدہ

۱۔ اللہ تعالیٰ علیٰ ذلک
 الادخل الجنة، قلت ان
 زنی وان سرق، قال وان
 زنی وان سرق، قلت وان
 زنی وان سرق، قال وان
 زنی وان سرق، قلت وان
 زنی وان سرق، قلت وان
 زنی وان سرق، قلت وان
 زنی وان سرق علی رغب
 انف ابی ذر (الحديث متفق علیہ)
 زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ جنتی ہے ابو ذر کی ناگواری کے
 باوجود اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ (بخاری و مسلم)

۱۰۔ وعن عبادة بن الصامت
 قال قال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم من شهد
 ان لا اله الا الله وحده
 لا شريك له وان محمدا
 عبده ورسوله وان عيسى
 عبد الله ورسوله وابن
 امته وكلمته القاها
 عبادة بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس
 بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
 کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اور اُس کا کوئی
 شریک نہیں۔ اور بلاشبہ محمد اللہ کے بندے
 اور اُس کے رسول برحق ہیں اور حضرت عیسیٰ
 بھی اُس کے بندے اور رسول برحق ہیں اور
 اللہ تعالیٰ کی ایک بندی کے بیٹے ہیں اور کلمہ شہادۃ

الی مریح و روح منه والجنة ۛ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف
والنار حق ادخله الله الجنة ۛ القافر فرمایا تھا اور حق تعالیٰ کی جانب سے ایک
علیٰ ما کان من العمل ۛ رُوح ہیں اور گواہی دے کہ جنت اور دوزخ
حق ہیں۔ ایسے کو حق تعالیٰ جنت میں داخل

فرمائیں گے اس کے عمل خواہ کیسے ہی ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱) وعن انس رضی اللہ عنہ قال انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عذاب نار
یخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن شعيرة ۛ سے ایسے لوگ بالآخر نکال دیئے جائیں گے جو
من الخیر ویخرج من النار من کلمۃ توحید کے قائل تھے اور ان کے دل میں جو
قال لا اله الا الله وفي قلبه من الخیر ویخرج من النار من برابر ایمان تھا۔ اور وہ لوگ بھی دوزخ سے
نکال دیئے جائیں گے جو کلمۃ توحید کے قائل تھے نکال دیئے جائیں گے جن کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا
وزن ذرة من خیر قال ابو عبد الله قال اُبان حدّ ثنا
عبد الله قال اُبان حدّ ثنا قتادة قال حدّ ثنا انس
عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ابو عبد الله بخاری فرماتے ہیں کہ (راوی) ابان
من ایمان مکان خیر (بخاری) نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ یہ روایت
ہم کو انسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کی تھی اور بجائے
”من خیر“ کے لفظ ”من ایمان“ نقل کیا تھا (بخاری)

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

”یہاں حال یہ ہے کہ جو شخص بھی اس تحریک سے متاثر ہو گیا ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام سلف صالحین کی عظمت اور رفعت اپنے دل سے نکال چکا ہے۔ تقلید اس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ وہ ہر موقع پر کورانہ تقلید کے الفاظ استعمال کرتا ہے اگرچہ مودودی صاحب کا رقبہ تقلید وہ اپنی گردن میں ڈال چکا ہے وہ عام مسلمانوں سے اپنے کو کچھ علیحدہ سمجھتا ہے اور اس کی ہر چال ڈھال، انداز تکلم ہر حساس آدمی کی نظر میں علیحدہ امتیازی نظر آتا ہے۔ مودودی اور غیر مسلمانوں میں انتشار و افتراق بڑی حد تک پھیل چکا ہے۔ اگر کسی اسکول کا ہیڈ ماسٹر مودودیت سے متاثر ہو چکا ہے تو وہ مذہبی لحاظ سے اپنے چہرہ اسی پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کسی کمیٹی کا مینیجر مودودی ہو چکا ہے تو وہ ایک کلرک کی بھرتی کے وقت مودودی کلرک رکھنا چاہتا ہے۔ بیٹا مودودی ہو گیا ہے تو وہ بوڑھے اور ضعیف حاجتمند باپ کی امداد نہیں کرتا۔ بھائی سے بھائی چچا سے بھتیجا، ماموں سے بھانجہ آپس میں دست و گریبان ہیں۔ پرانی دوستیاں ختم ہو گئیں۔ عزیزوں میں اختلاف و افتراق رونما ہو گیا۔ جناب محترم! ان سب باتوں کی بوقتِ ضرورت نشاندہی کی جاسکتی ہے۔“

غور فرمائیے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی عمت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو نسلی مسلمان قرار دے کر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیائے کرام کو نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحقیق و تجہیل کرتے ہیں اور سلف صالحین اور صحابہ کرامؓ سے آج تک کے تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید و سب و شتم کرتے ہیں) کہاں سے کہاں پہنچے ہے ہیں اور آئندہ ان نتائج کے کیا کیا پھول پھل لگ سکتے ہیں۔ دور بین اور سمجھ دار لوگوں کا متنبہ ہونا اور عبرت پکڑنا از بس ضروری ہے۔ اور جس قدر احتیاط اور انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے۔ واللہ الموفق

نگہ اسلاف

(مکتوب نالجلد سوم منہ نائنہ)

حسین احمد غفرلہ

محرم ۱۳۷۱ھ

۹

{ بنام جناب مولوی محمد سالم صاحب ہنسوہ ضلع فتح پور }

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا تفصیلی والا نامہ ملا۔ مضمون دیکھ کر تعجب ہوا۔ آپ جب چاہتے
اپنے اشکالات کو پوچھ سکتے تھے۔ کوئی مرغوبیت کی وجہ نہیں تھی۔ میں یہاں تو
دیوبند سے زیادہ مصروف ہوں۔ استفسارات کے جوابات حسب ذیل ہیں:-

(۱) اخوان المسلمین کے عقائد کی ہم کو کوئی تفصیل نہیں معلوم۔ البتہ جماعت اسلامی کے عقائد ان کی تحریروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ اس لئے دونوں کو ایک کہنا غلط ہے۔ مجھ کو دارالعلوم کے تبصرہ مذکور کی کوئی اطلاع نہیں۔ آج آپ کے خط سے معلوم ہوا۔

(۲) جو عقائد موردیوں کی طرف نسبت کئے گئے وہ رسائل میں مفصل طریقہ پر آگئے ہیں، وہ ایک دو نہیں ہیں۔ اگر ان کے وہ عقائد نہیں ہیں تو کیوں نہیں تیسری شائع کرتے۔ اور جو عبارتیں ان کی مخدوش ہیں ان کو اپنی تصنیفات سے کیوں نہیں نکال دیتے ہیں۔ اگر ان کو واقع میں گفتگو کرنی ہے تو اس کے لئے باقاعدہ تحریک ہونی چاہیئے۔ ابواللیث صاحب کو اگر اس طرح کی تکلیف دی جاتی تو پھر واپس ہو کر جو چاہتے شائع کرتے اور ہم جو چاہتے شائع کرتے تو یہ تو تو میں میں کس طرح ختم ہوتی۔ اس لئے کہد یا گیا تھا کہ ہمارے پاس فرصت نہیں ہے۔ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا جبکہ اخیر سال تھا اور کتابوں کی مضرت زیادہ تھی۔ اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر صفائی دل سے گفتگو کرنی ہے تو باقاعدہ تحریک ہو، ہم ہر وقت تیار ہیں۔

(۳) پیغمبر بعد البعثت شرک، کفر، کبار سب کے صدور سے معصوم ہے اور قبل البعثت شرک اور کفر سے معصوم ہے، کبار کے متعلق اختلاف ہے۔ مگر کسی گناہ کا خیال آنا تو معصیت نہیں ہے۔ اس کا سوال آپ نے کیوں کیا۔ خیال تو اختیار کے اندر داخل نہیں ہے۔

(۴) گنگوہ کے واقعہ میں جو ”دعوت“ میں مضمون شائع ہوا ہے وہ بہت

زیادہ جھوٹ اور افتراء پر مشتمل ہے۔ بہت سی غلط باتیں شائع کی گئی ہیں۔ حکیم عبدالرشید صاحب نے اس کو شائع کیا ہے۔

(۵) مودودی صاحب کی اس عبارت کا مطلب مجھ سے آپ کیوں پوچھتے ہیں انہیں سے پوچھیے۔ میں ان کے اس مضمون (کہ ہر نبی سے ایک نہ ایک غلطی ہوئی اور دوسری اس قسم کی ہفوات) سے تکفیر نہیں کرتا۔ ضلال سمجھتا ہوں۔

(۶) خواب کی تعبیر حضرت رائے پوری زید مجدہم سے پوچھیے۔ والسلام

نگہ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

(مکتوب ۱۳، جلد سوم ص ۸۷)

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

۱۰

..... نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے

کوئی دالانہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سینئات اور ترقی درجات کرے۔ آمین

محترما! اس دورِ فتن میں دین کو پکڑنا قبض علی الحمز کے مراد ہے۔ سوچ سمجھ کر

کام کرنا چاہیے۔ اگر تعلیمات دینیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تبلیغی جماعت کا ہر وگرام انسب ہے۔ کم از کم سلف صالح کے قدم بقدم تو رہنا نصیب رہتا ہے۔ جو جماعتیں نئی نئی زرق برق پوشاک میں نمودار ہو رہی ہیں

ان کی چمک دمک میں محو ہو جانا انتہائی خطرناک ہے۔ موردیوں کی گمراہی سے آپ غالباً ناداقت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ”جماعت اسلامی کے معاملہ میں بندہ اکثر متردد رہتا ہے۔ کیا اس جماعت کی مخالفت کرنا ضروری ہے یا نظام اسلامی کے پیش نظر ان سے اتفاق کیا جائے یا توقف و سکوت بہتر ہے۔“ آپ اس قدر غافل کیوں ہیں؟ ان کی کتابوں کو تنقیدی اور گہری نظر سے دیکھئے۔ وہ تو چودہ سو برس والے طریقہ اسلامی کے علاوہ ایک نیا اسلام بنا ہے ہیں جس میں ہر پر و فیسر، ہر گز بکھوٹ، ہر حسرتی زبان سے شدید رکھنے والا مجتہد مطلق ہے۔ یہی نہیں کہ اس کو اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ اس پر اجتہاد کرنا اس قدر ضروری اور لازم ہے جیسا کہ سانس کے لئے ہوا اور پیاس کے لئے پانی ضروری ہے۔ اس اسلام میں بڑے سے بڑے صحابی پر بھی اعتماد کئی نہیں ہے اگرچہ وہ خلیفہ اول ہی کیوں نہ ہو۔ عام صحابہ تو کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔ اور جبکہ صحابہ اور اربابِ قرن اول اس حال میں ہوئے تو تابعین اور بعد والے کس درجہ میں مانے جاسکتے ہیں۔ یعنی امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمہ حدیث یا ائمہ فقہ یا ائمہ جرح و تعدیل کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ اصول تمام صحابہ کی عدالت کا جو کہ دلالت قطعیہ سے مانوئے بالکل ان کے نزدیک واہی اور لہجہ ہے۔ کوئی ہستی صحابہ تابعین، تبع تابعین وغیرہم میں سے قابلِ تقلید مطلق نہیں ہے اور نہ کوئی ان میں سے معیارِ حق ہے۔ بلکہ ہر ایک انسانی کمزوریوں سے بالفعل متصف ہے۔ ان کا بنیادی عقیدہ دستورِ جماعتِ اسلامی دفعہ ۱۰ میں حسبِ ذیل ہے۔

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید

سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کا مل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

اب آپ اس عقیدہ اور اس دفعہ پر غور فرمائیے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور کس قدر الحاد اور بے دینی اس کی تہ میں رکھی گئی ہے اور تمام سلف صالح کی قدر بے اعتباری و رایۃ اور روایۃ شریعتاً اور طریقۃً اس میں کوٹ کر بھری گئی ہے۔ اور اس سے کتنے زہریلے جراثیم دین میں پیدا کئے گئے ہیں۔ کیا آپ کتاب سنت کو اس عقیدہ کے بعد ثابت کر سکتے ہیں اور کسی زندیق و ملحد پر تمام حجت کا راستہ کھول سکتے ہیں جبکہ ہر دو طریقہ (روایت، درایت) کا مدار صحابہ کرامؓ ہی پر ہے۔ اور وہ معیار اور مدار حجت نہ ہے اور نہ تنقید سے ہی بالاتر ہے اور نہ ان کی ذہنی غلامی جائز رہی۔ ظاہر ہے کہ تنقید کسی بُرائی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تو جب ان میں خرابیاں اور بُرائیاں موجود ہیں تو ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔ اور اسی طرح ان کی درایت کا کیا اعتبار ہوگا۔ اور علیٰ ہذا القیاس ان کے طریقہ پر چلنا یعنی ذہنی غلامی بھی اگر صحیح نہیں ہے تو خیر القرون ہونا اور ”کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ“ اور ”أُمَّةٌ وَسَطًا“ وغیرہ آیات کو کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تمام وہ احادیث صحیحہ جو کہ گونا گوں فضائل صحابہؓ سے بھری ہوئی ہیں سب بے کار ہو جاتی ہیں کیونکہ سلب کلی کا مصداق بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔

افسوس صد افسوس کہ بہت سے علماء اور فارغین دارالعلوم بھی مودودی صاحب کی تبلیغات کے شکار ہو رہے ہیں۔ آپ بھی اس جماعت کی تنظیم اور ڈسپلن نہ یہ اُس وقت کی بات ہے۔ بعد میں تقریباً ساڑھے ہی علما حجت اس جماعت سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

کی تعریف کرتے ہوئے اس میں شرکت کی خواہش کر رہے ہیں یا تردیدیں ہیں۔ جس طرح چکڑا لوی، قادیاہنی، مشرقی نے نیادین اور نیا اسلام بنایا ہے، اسی طرح مودودی صاحب نے نیا اسلام بنایا ہے۔ سابقین مجددین کی تجدیدیات کو لات مار کر اپنی تجدیدیات کو سب سے بالاتر فرماتے ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ تمام علماء اور اہل طریقت حتیٰ کہ حضرت مجدد دسریں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اکابر علم و طریقت میں کیڑے نکال کر سب کی انتہائی تذلیل و توہین کرتے اور سب سے نفرت دلاتے ہیں۔ بہر حال سوچئے اور سمجھئے اور اسلام کرام کے طریقہ پر چلئے۔ واللہ معکم ایما کنندہ۔

.....

 آپ مودودیوں کی تنظیم اور جدوجہد کو صراحتے ہیں۔ محترما! قادیانیوں اور عیسائیوں کی تنظیم و جدوجہد اس سے بدرجہا بالاتر ہے۔ پھر کیا حکم دیں گے؟

..... والسلام

ننگ اسلاف

(مکتوب ۳۵، جلد چہارم ص ۱۱۶)

حسین احمد غفرلہ

۲۳، شوال، ۱۳۷۳ھ

(۱۱)

{ بنام جناب محمد اقبال صاحب ادکارہ ضلع منٹگمری }
محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛
والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ جناب کو مودودی صاحب کی تحریریں دیکھ کر
اس قدر متاثر ہونا کہ اسلام سے بدظن ہو جائیں تعجب خیز ہے۔
(اولاً) علامہ مودودی خود اقرار کرتے ہیں کہ میں عالم نہیں ہوں۔ وہ ترجمان
۳۲۶ ربيع الاول ۱۳۵۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے
میں ایک بچ کی راس کا آدمی ہوں جس نے جدید و قدیم دونوں طریقہ
تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اور دونوں کو چوں کو چل پھر کر دیکھا ہے
اپنی بصیرت کی بنیاد پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور
نہ جدید گروہ کو“

تعلیم میں ان کا صاف اقرار ہے کہ میں نے کچھ کچھ حصہ پایا ہے۔ اس
کے بعد ان کا کوئی حکم شرعی امور کے متعلق آیا قابل وثوق و اعتماد قرار دیا جاسکتا
ہے۔ نیم طبیب خطرہ جان و نیم ملّا خلل ایمان مشہور مقولہ ہے۔

(ثانیاً) علاوہ ازیں ڈاڑھی کے مسئلہ میں ان کی کیا کسی دوسرے کی رائے
میں کتنا ہی بڑا اختلاف کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے اصول مذہب اسلام اور اس کے
عقائد و فرائض اعمال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جس کی بنیاد پر آپ اسلام سے بدظن ہوتے

پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

علامہ مودودی صاحب کا یہ قول ”میرے نزدیک ڈاڑھی کا بڑا اور چھوٹا ہونا یکساں ہے۔ صحابہ میں صرف دو ایک آدمی ایسے ملتے ہیں جن کی ڈاڑھی مشتمل برابر ہے۔“ یہ صرف اُن کی رائے ہے کہ دونوں یکساں ہیں۔ یہ رائے ایک ناقص العلم یا ناقص العقل کی رائے ہے جس کے مقابل تمام فقہائے اسلام کی تصریحیں موجود ہیں کہ ڈاڑھی کی مقدار کم از کم ایک مشتمل ہونی چاہیے۔ تو آیا مودودی صاحب کی رائے قابل اعتبار ہوگی یا تیرہ سو برس کے مستند علماء اور فقہائے مذہب کی؟

(ثالثاً) اگر آپ نے یہی اصول رکھا کہ ہزار بارہ سو برس کے بعد آنے والے ایک نیم تعلیم یافتہ کی جو کچھ رائے ہو وہ پڑنے کا مللِ تعلیم اور معتبر علماء کی رائے اور روایات سے اونچی شمار کی جائے تو پھر تمام دین ہی کو سلام کرنا پڑے گا۔ اس دورِ فتن و غلبہ ہوا دہوس و عجب تکبر خود پسندی و خود رائی میں نہ صرف ادھورے علم والے بلکہ بڑی بڑی سندوں والے بھی ایسے ملیں گے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کے لئے تمام متقدمین کے دفتروں کو اساطیر الاولین اور بکواس کہہ کر ٹھکرا دیں گے اور اپنے غلط سے غلط افکار کو سب سے اونچا بتلا کر لوگوں کو اس طرف بلائیں گے گذشتہ معتمدین اہل تقویٰ اور اہل علم کی تحقیق و تجسس کریں گے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفکر، سب سے زیادہ محقق بتائیں گے۔

ڈاڑھی کے متعلق مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں۔

(۱) قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ”میری ماں کے بیٹے میری ڈاڑھی اور میرا سرمہ کپڑا“ (لا تأخذ

بلحیتی ولا بس اسی۔ اگر حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی قبضہ (مشت) سے چھوٹی ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کس طرح پکڑ سکتے تھے؟ (سورۃ طہ)

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کا خلال وضوء کے وقت میں کیا کرتے تھے۔ یعنی ڈاڑھی کے بالوں میں جڑوں کے نیچے سے انگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا کرتے تھے۔ ترمذی جلد اول ص ۱۱ میں ہے:-

عن حسان بن بلال قال رأیت عمار بن یاسر توضع فخلل لحیتہ فقیل لہ اوقال فقلت لہ اتخلل لحیتک قال وما یمنعنی ولقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخلل لحیتہ عن عثمان رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل لحیتہ قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن صحیح

ابن ماجہ ص ۲۵ میں ہے:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ عرک عارضتہ بعض العرک ثم شبک لحیتہ باصابعہ من تحتہا (صحیح ابن کثیر)

یہ روایتیں متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ، بیہقی، دارقطنی وغیرہ محدثین نے ذکر فرمائی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحابہ کرام کی ڈاڑھیاں نہ خش خش تھیں نہ چھوٹی تھیں بلکہ اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ ان میں نیچے سے

انگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جڑ کے نیچے انگلیاں ڈال کر پانی پہنچانا ایک مشق
یا اس سے زائد ہی میں ہوگا۔

ابوداؤد میں ہے :-

”اخذ كفاً من ماء فادخله تحت حنكه فخلل

به لحيته“

کیا چھوٹی ڈاڑھی یا خس خسی میں یہ ہو سکتا ہے یا اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟

(۳) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال كان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دهن رأسه وتسمیر لحيته -

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے ڈاڑھی

کے بالوں کا سنوارنا بکثرت کرتے تھے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ خس خسی ڈاڑھی میں نہ کنگھی

ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو سنوارا جائے۔ اور یہی حال چھوٹی ڈاڑھی

کا ہے۔

(۴) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد فدخل

رجل ثائر الرأس واللحية فإشار اليه رسول الله صلى

الله عليه وسلم بيده أن اخرج كأنه يعنى اصلاح شعر

رأسه ولحيته ففعل الرجل ثم رجع فقال رسول الله

صلى الله عليه وسلم اليه هذ اخيرا من ان ياتي احدكم

ثائر الرأس كأنه شيطان (موطأ امام مالك ص ۲۶۸ مشکوٰۃ ص ۲۲۸)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ میں ایک پرآگندہ سراور ڈاڑھی

داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوائے تو اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر ٹوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی پراگندہ بال اس طرح آئے کہ گویا کہ وہ شیطان ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں پراگندگی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ وہ دراز ہوں۔ خسے یا چھوٹے بالوں میں نہ پراگندگی ہوتی ہے نہ ان کے سنوائے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ سنور سکتے ہیں۔

(۵) عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والستواك

والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم و

نكت الابط وحلق العانة وانتقاص الماء يعني الاستنجاء

(الحديث) یعنی دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھوں کا کترنا اور ڈاڑھی

کا بڑھانا اور سواک کرنا الخ (ابن ماجہ ۲۵، مسلم ۱۲۹، ابوداؤد ۵۱۷)

اس حدیث میں جو کہ نہایت قوی روایت ہے دس چیزوں کو جن میں سے

ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترنا بھی ہے فطرت بتلایا ہے۔ اور فطرت عرف بترج

میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی معمول بہ اور متفق علیہ ہیں اور

ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

صاحب مجمع البحار ۵۵ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

”عشرة من الفطرة أي من السنة أي سنن الانبياء

عليهم السلام التي أمرنا بالاعتداء بهم فيها (ك)

ای من السنّة القدیمة الّتی اختارها الانبیاء علیہم
السلام واتفقت علیہا الشرائع فكانہا امر حبلی
فطر وعلیہ الخ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم ص ۱۳۸ میں فرماتے ہیں :-
”قالوا ومعناه انها من سنن الانبیاء صلوات اللہ
وسلامہ علیہم“

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا تمام شریعتوں
میں حکم تھا اور یہی سنت تمام انبیاء علیہم السلام کی رہی ہے۔ اور چونکہ حضرت ہارون
علیہ السلام کی ڈاڑھی کم از کم ایک قبضہ تھی جیسا کہ ہم نے یہاں کہہ آئے ہیں تو یقیناً
تمام انبیاء علیہم السلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بھی کم از
کم ایک مشت ضرور تھی۔ اور چونکہ ہم کو ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا
کرنے کا حکم کیا گیا ہے ”اولئک الذین ہدی اللہ فبہد اہم اقتدا“
اس لئے ہم کو بھی اس امر یک مشت میں ان کا اقتدا کرنا ہوگا۔

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا للعی واحفوا الشوارب
وکان ابن عمر اذا حج أو اعتمر قبض لحيته لما
فضل اخذہ (باب اعفاء اللعی عفو اکثرہا وکثرت
اموالہما) ولسندہ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم أنہکوا الشوارب و اعفوا اللعی (بخاری)

۵۵، نسائی ص ۱۲۹، ابوداؤد مل ۲۳۱

اس حدیث صحیح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کے مطلقاً بڑھانے کا حکم کیا ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی گئی، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاتے ہی رہنا چاہیے اگرچہ وہ بڑھکر پاؤں..... زمین تک پہنچ جائے۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:-

”والمختار تركها على حالها وان لا يتعرض لها بتقصير

والاغلاة“

امام طبری فرماتے ہیں:-

”ذهب قوم الى ظاهر الحديث فكلوا تناول شي عمن

اللحية من طولها وعن عرضها“ (فتح الباری ص ۲۹۶ جلد ۱)

مگر چونکہ اس طرح کا عمل بد نمائی پیدا کرتا ہے اور بسا اوقات صورت بگڑ جاتی ہے اور لوگوں کو استہزاء اور تذلیل کا موقع ملتا ہے اور یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی۔ نیز آپ اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے کتر کرتے تھے، اس لئے اس کی حد معلوم کرنی ضروری سمجھی گئی۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے افعال و اقوال کے مشابہہ کرنے والے ہیں اس لئے ان کے عمل کو اس بارے میں امام بخاریؒ نے ترازو بنایا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کی پیروی میں نہایت پیش پیش رہنے والے ہیں۔ ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے:-

”وكان ابن عمر إذا صحب أو اعتمر قبض على لحيتيه
فما فضل اخذها“ (ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ سے فارغ
ہوتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے۔ جو حد زائد ہوتا تھا اس کو کتر
دیتے تھے)

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرض
اور طول میں ڈاڑھی کا کتر نا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ
اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں طبری سے
نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”وقال قوم اذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد ثم ساق
بسندہ الی ابن عمرؓ انه فعل ذلك برجل ومن طريق
ابی هريرةؓ انه فعله“ (فتح الباری جلد ۱ ص ۴۹۶)

یعنی ایک جماعت کہتی ہے کہ ڈاڑھی جب ایک مشت سے زائد ہو جائے
تو اس زائد کو کتر دیا جائے پھر (طبری نے) اپنی سند سے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے
کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی عمل اور طریقہ کو فقہاء حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ نے
کتب فقہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۷) عن جابر قال كنا نغني السبال الا في حرج او

عسرة (ابوداؤد ص ۲۳۲)

یعنی ہم لوگ ڈاڑھی کے اگلے اور نچلے ہوئے حصہ کو بڑھا ہوا رکھتے تھے
مگر حج اور عمرہ میں۔ یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر کتر دیا کرتے تھے جس کی تفصیل

حضرت ابن عمرؓ کے عمل سے ہو گئی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ شرح
بخاری ص ۲۹۹ جلد ۱ میں فرماتے ہیں:-

”واخرج ابوداؤد من حدیث جابرؓ بسند حسن قال
كنا نغني السبال الا في حجب او عمرة وقوله نغني بضم
اوله وتشديد الفاء اي نتركه وافرًا وهذا يؤيد
ما نقل عن ابن عمرؓ فان السبال بكسر الهمزة و
تخفيف الموحدة جمع سبلة بفتح الحاء وهما طال
من شعر اللحية فاشار جابرؓ الى انهم يقصدون
منها في النسك“

یہ حدیث صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ عام صحابہ کرامؓ تمام سال میں
ڈاڑھی کا اگلا اور لانا با حقہ کرتے نہیں تھے۔ ہاں جب حج یا عمرہ کرتے تھے
تو ایک مشت سے زائد حقہ کو کتر دیتے تھے۔

(۸) عن يزيد الفارسي وكان يكتب المصاحف قال
رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام زمن ابن
عباسؓ فقلت لابن عباسؓ اني رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم في النوم فقال ابن عباسؓ ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ان الشيطان لا
يستطيع ان يشتبه لي فمن رآني في النوم رآني هل
تستطيع ان تمنع هذا الرجل الذي رأيت في

النوم قال نعم انعت لك رجلا بين الرجلين جمده
ولحمه اسمر الى البياض اكحل العينين حسن
الضحك جميل دوائر الوجه قد ملأت لحيته ما
بين هذه الى هذه قد ملأت نحوة قال عوف
ولا ادري وكان مع هذا النعت فقال ابن عباس
لو رأيته في اليقظه ما استطعت ان تنعته فوق
هذا (ترمذی فی الشامائل ص ۳)

یعنی یزید فارسی جو کہ مصاحف کو لکھا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ میں
نے حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب میں دیکھا تو میں نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا
اس لئے جس شخص نے بھی مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اُس نے مجھ ہی کو دیکھا
ہے۔ کیا تم اُس شخص کا جس کو خواب میں دیکھا ہے حلیہ بیان کر سکتے ہو۔
میں نے کہا ہاں وہ متوسط بدن اور قامت کا تھا۔ گندم گوں سفیدی
مائل، سر میں آنکھوں والا، اچھا سنسنے والا، چہرہ کے خوبصورت دائروں
والا۔ اُس کی ڈاڑھی نے یہاں سے یہاں تک (دائیں سے بائیں تک)
کے حصہ کو بھر دیا ہے اور سینہ کو بھر دیا ہے (پہلے کلام میں ڈاڑھی کی چوڑائی
اور دوسرے میں لمبائی بتلائی) (راوی عوف نے کہا کہ اس کے علاوہ جو چیزیں

علیہ کی ذکر کی تھیں ان کو میں اس وقت نہیں جانتا یعنی بھول گیا) تو حضرت
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگے ہو
دیکھتے تو اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتے۔

یہ روایت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ڈاڑھی لابی اور چوڑی اتنی تھی کہ سینہ مبارک کی لمبائی اور چوڑائی کو اس نے
ڈھانک رکھا تھا۔

(الف) ان روایات معتبرہ پر غور فرمائیے۔ آیا ان سے وہ بات ظاہر ہوتی
ہے جس کو آپؐ نے ”ترجمان“ سے نقل فرمایا، یا اس کے برعکس؟
سابقین انبیاء علیہم السلام سبھوں کا عمل کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے
زائد ڈاڑھی رکھنے کا ظاہر ہوتا ہے۔

(ب) نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کم از کم
ایک مشت بلکہ اس سے زائد اتنی ثابت ہوتی ہے جس میں تحلیل فرماتے تھے، کنگھی
سے درست فرمایا کرتے تھے۔ وہ اتنی بڑی اور گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کے
اوپر کے حصہ کے طول و عرض کو بھر لیا تھا۔

(ج) حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ
حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صراحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مشت یا
اس سے زائد ڈاڑھی رکھتے اور رکھواتے تھے۔

(د) تمام دوسرے صحابہؓ کا یہی عمل ہونا التزاماً ثابت ہوتا ہے کیونکہ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ڈاڑھی لمبی رکھتے تھے، بجز حج

اور عمرہ کے کترواتے نہیں تھے۔

(۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ اور امت کو ڈاڑھی بڑھانے کا بلا تحدید و تقید ارشاد اور حکم فرمایا ہے۔

(۶) اس عمل کو بلا تحدید مسلمانوں کے لئے مابہ الامتیاز قرار دیا ہے جو کہ ان کا مخصوص شعار اور یونیفارم ہوگا۔ نہ منڈانا جائز ہوگا نہ خنس خنس رکھنا، نہ چھوٹی رکھنا۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کا یہ فرمانا (جو آپ ذکر فرماتے ہیں) بالکل غلط ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے یا نفسانی خواہشات سے ایسا واقع ہوا ہے۔ فقہاء حنفیہ شافعیہ وغیرہ کی تصریحات پر آپ کو عمل کرنا چاہیے۔ مودودی صاحب کی تصانیف اس قسم کی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے بچنا چاہیے۔

مودودی صاحب علوم دینیہ کے فاضل نہیں ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا ”جب مولانا مودودی جیسے فاضل نے یہ کہا کہ چھوٹا اور بڑا ہونا برابر ہے تو منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ علماء کا اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ ملک کے رواج کے مطابق رکھ بھی سکتا ہے اور منڈوا بھی سکتا ہے“ خود ان کی تصریح کے خلاف ہے۔ وہ کسی مشہور درسگاہ کے سند یافتہ نہیں ہیں۔ نہ کبھی ایسی درسگاہ میں انہوں نے پڑھا ہے۔ نہ کسی مشہور دینی فاضل کے یہاں علوم دینیہ کی تحصیل کی ہے۔ ان امور کا خود ان کو اور ان کے متبعین کو اقرار ہے۔ ان کا مبلغِ علم صرف مطالعہ پر ہے۔ اس پر آپ کا ارشاد کہ ”منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں تھا“

علماء نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ ”انتہائی ظلم اور علماء سے بہت شیعہ بدظنی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”خالفوا المشرکین قصوا الشوارب ووفروا اللہی“ سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

مودودیوں کا اتباع کتاب و سنت کا ڈھول پیٹنا اور اس طرح سنت رسول اللہ علیہ السلام اور عمل صحابہؓ کی مخالفت کرنا انتہائی تعجب خیز ہے۔ والی اللہ المشتکی۔ والسلام۔

نگہ اسلاف

(مکتوب ۵ جلد چہارم صفحہ ۱۸)

حسین احمد غفرلہ

۱۵ محرم ۱۴۰۱ھ

۱۲

{ بنام مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۶ فیلڈ رجمنٹ لاہور گیٹ }
(مکتوب میں اور باتیں بھی تھیں۔ مودودی صاحب کے متعلق سوال اور جواب نقل کیا جاتا ہے)
سوال ۲: ہمارے یہاں یہ بحث ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کے رسائل اور اخبارات میں یہ مضمون (یعنی خط) آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے مودودی کے متعلق یہ مندرجہ ذیل فقرے استعمال کئے ہیں۔ ”ایسے ٹٹ پونجے اپنی بدبختی کے سوا کچھ ہی کیا سکتے ہیں“ ”ایسے کم بخت، ایسے بدنصیب بدبخت اور ایسے خبیثوں سے منہ نہ لگانا“ الخ کیا واقعی یہ آپ کی عبارت ہے

آپ کا شائع کردہ خط چونکہ لمبا تھا اس لئے اقتباسات لکھے گئے ہیں۔ ہم یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی انہیں کے ہتھکنڈوں میں سے ایک ہے جو کسی کی عبارت کو کسی کے سر منڈھ دیتے ہیں اور پھر علماء کو بدنام کرنے کا راستہ نکال لیتے ہیں جیسا کہ تھوڑا عرصہ ہوا مولانا قاسمؒ کی عبارت کو کس چالاکی سے توڑ مروڑ کر مفتی مہدی حسن صاحب دیوبند سے فتویٰ حاصل کیا اور پھر حاشیہ آرائی کی جو کہ اخبارات میں تفصیل سے آچکا ہے۔ یہ بھی اسی میں سے ایک ہے۔ جواب بے آگاہ منبرا کو تسلی دیں تاکہ ہم ان کو جواب دے سکیں۔

جواب ۲ (از حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ)

محترم! آپ نے اس جواب کو دیکھا اور اس کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے اقتباسات نقل کر دیئے مگر یہ نہیں دیکھا کہ وہ میرا جواب کس کو لکھا گیا تھا اور کہاں لکھا گیا تھا اور کن باتوں کا جواب تھا۔ اگر اس کی تحقیق فرماتے تو آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور نہ مودودیوں کے ہتھکنڈے آپ پر مخفی رہتے واقعہ یہ ہے کہ قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں کچھ لوگ مودودی جمع ہو گئے تھے اور اپنے عقائد اور طریقہ کا اعلان اور تبلیغ اور دعوت جاری کی تھی۔ اُن کی ہدایات کے متعلق ایک سوال آیا تھا جس میں منجملہ اور ہدایات کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام کی توہین اور بے ادبی ذکر کی گئی تھی۔ ایک یہ بھی ہدیان لکھا کہ یہ لوگ حضرت ابوسعید صاحب کے متعلق نہایت دلخراش الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے ہیں (واضح ہو کہ) حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ

مشائخِ چشتیہ صابریہ میں نہایت معزز اور محترم بزرگ گزرے ہیں جو کہ تقریباً ۱۱۱۳ھ میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت شاہ نظام الدین گنجیؒ کے خلیفہ اور حضرت شاہ محمد علیؒ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔ ان کا مزار حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کی خانقاہ کے قریب ایک قبۃ میں ہے۔ یہ جوابی خط میں نے اسی شخص کو گنگوہ میں بھیجا تھا جنہوں نے سوال بھیجا تھا۔ مدرسہ اشرفیہ کے مدرس مولوی عبدالحمید صاحب حسن پوری تھے۔ انہوں نے اس خط کو شائع کر دیا۔ اب قابلِ غور یہ بات ہے کہ اس خط میں جو الفاظ ٹپ پونجے، کم بخت، بدنصیب وغیرہ کے لکھے گئے ہیں انہیں لوگوں کے لئے ہی جن کے تذکرے سائل نے اپنے خط میں کئے ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جو کہ گنگوہ میں مودودی مسلک پھیلاتے تھے اور بزرگانِ دین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوئے اول قول تک پہنچے تھے۔ مودودی صاحب کو ان الفاظ کا اپنے اوپر اڑھنایا مودودیوں کو اپنے امیر کو اس کا مصداق بنانا یہ ان کا پروپیگنڈا اور ہتھکنڈا ہے۔ اصل خط میں مودودی (ابوالاعلیٰ) صاحب کا نہ کوئی تذکرہ تھا نہ ابوالاعلیٰ صاحب کا جواب میں کوئی تذکرہ ہے۔ بہر حال ان الفاظ کے مصداق وہ اشخاص ہیں جنہوں نے گنگوہ میں بدنہانیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں اور اسی وجہ سے جمع کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ اگر مودودی صاحب کی طرف رُوئے سخن ہوتا تو مفرد لایا جاتا۔ گنگوہ میں نہ مودودی صاحب موجود تھے نہ ان کو وہاں آنے کا موقع ملا۔

ثانیاً۔ بالفرض اس کے مصداق اگر مودودی صاحب ہی قرار دیئے جائیں تو انہوں نے اسلامِ کرام کی شانہائے عالیہ میں کیا کیا ہرزہ سرائی

نہیں کی ہے۔ یہ الفاظ تو بہت ہی ہلکے ہیں۔ مودودیوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے۔ یہاں تو ”جِزَاءِ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا“ بھی نہیں کیا گیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ ”کلوز انداز را پا دِاشِ سَنگِ اسْت“ کا معاملہ کیا جائے جب کسی کے باپ کو گالی دو گے تو کب تمہارا باپ گالی سے بچ سکتا ہے۔ اگر کسی کو اپنے باپ کی عزت مطلوب ہے تو اُس کو ضروری ہے کہ دوسروں کے آبار و اجداد کی عزت اور تکریم میں کوتاہی روا نہ رکھے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسِبُ أَحَدُكُمْ وَالِدِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ يَسِبُ أَحَدٌ وَالِدِيهِ قَالَ لَعَمْرُ سَيِّبُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسِبُ أَبَاهُ (اد) کما قال) اور ٹپ پونجیہ تو کوئی ایسا شلیع اور سب و شتم کا لفظ ہی نہیں ہے اس کے معنی کم مایہ کے ہیں جس کی تمام پونجی ٹاٹ ہو۔ کم مایہ ہونے کا خود مودودی صاحب کو اقرار ہے۔ بہر حال یہ الفاظ اُن کے لئے نہیں لکھے گئے اور نہ لکھنے کے وقت اُن کا خیال تھا۔ یہ الفاظ فقط اُن مودودیوں کے لئے تھے جنہوں نے نگنگوہ میں اُدھم مچا رکھی تھی۔ مودودی صاحب کے لئے ان الفاظ کو قرار دینا یہ اُن کا اُو ان کی جماعت کا ہتھکنڈا ہی ہے اور بس۔ (مکتوب ۱۷۱ جلد سوم ص ۱۹۱ جواب نمبر دوم)

۱۳۳

{بنام مولانا ابوسعید خدا بخش صاحب ملتان}

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف۔ ابوالاعلیٰ صاحب ایک اخبار نویس ہیں۔ تحریر مضامین اور

تراجم وغیرہ سے کوئی شخص صاحبِ فتویٰ نہیں ہو سکتا۔ نہ صرف واقفیت زبان اس کے لئے کافی ہے اور نہ کسی کو اپنی زبان زوری سے لوگوں کو بٹھالینا قابلِ اعتماد قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ روزانہ دنیاوی معاملات میں ججوں اور ہائی کورٹوں میں وکلاء اور بیرسٹروں کے اقوال کو جو کہ لاڈ کی تعلیم حاصل کر کے سرٹیفکٹ حاصل کر چکے ہیں قابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں۔ غیر سند یافتہ وکیل یا بیرسٹر کو خواہ وہ کتنا ہی فیلسوف اور لاڈ کے علاوہ دوسرے قانون میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو کورٹ میں کسی لاڈ اور قانون اور فیصلہ کے متعلق بحث کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے بلکہ اگر غیر سند یافتہ کچھ کہنا چاہے تو کورٹ کے کنگھڑے سے نکلوا دیتے ہیں۔ وہ جس نے لاڈ کالج میں تعلیم حاصل کی ہو مگر فیل ہو گیا ہو اُس کو بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ایسے لوگوں کو جج کے فیصلہ میں گفتگو کرنا قانونی جرم قرار دیا جاتا ہے۔ ان کی بات کو ماننا تو درکنار۔ مگر کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ انسانی لاڈ کی اور دنیاوی قوانین کی توازی پابندی ہو اور خداوندی لاڈ اور اسلامی قوانین میں ہر شخص رائے دینے اور بڑے بڑے ان حاملینِ قوانینِ شرعیہ کے فیصلہ کو جنہوں نے دس دس، بیس بیس، تیس تیس سال تک اس لاڈ کی خدمت عرق ریزی سے کی ہو اُسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ مودودی صاحب نے کس عربی مدرسہ میں تکمیل کی؟ کونسا سرٹیفکٹ اُن کے پاس ہے؟ علومِ عربیہ اور فقہِ اسلامی (اسلامک لاڈ) میں ان کا کیا پایہ ہے؟ کتنے دنوں انہوں نے عربی علوم و فنون اور فقہِ اسلامی کے اصول و فروع کی خدمت کی؟ ہم تنکاس کی کوئی تفصیل نہیں پہنچی ہے۔ بے شک ان کے سینہ اور دل میں اسلامی ہمدردی اور مذہبی جوش بہت کچھ بھرا ہوا ہے۔ تحریرات زور دار کرتے ہیں مگر فتوے

{ بنام جناب مولانا رعایت اللہ صاحب }

عالیجناب مولانا رعایت اللہ صاحب زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ حضرت مولانا محمد صادق صاحب اہل مدرسہ
مظہر العلوم کی خیر وعافیت اور مدرسہ کی بہترین حالت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔
محترما! ہم نے ہمیشہ اپنے اکابر کا طریقہ دیکھا ہے۔ اور حضرت نانوتوی
قدس سرہ کی وصایا میں (جو کہ دارالعلوم دیوبند کیلئے چارٹر ہیں) ہم مشرب ہونا
ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے اکابر مقلد ہیں۔ حنفی ہیں، شنی ماتریدی اشعری
ہیں۔ اہل طریقت ہیں (صوفیہ حشیتی نقشبندی قادری سہروردی ہیں) بدعات
سے متنفر مجتنب ہیں۔ یہ مشرب ہمارے اکابر اور اسلاف کا رہا ہے۔ اس مشرب کے
خلاف ہونے والوں کو ہم نہ سب کو کافر کہتے ہیں نہ سب کو فاسق کہتے ہیں، نہ سب
سے ہم عداوت رکھتے ہیں (ہاں اگر کوئی شخص کسی امر مکفر یا مفسق وغیرہ کام ترک نہ کرے گا
تو حسب استحقاق معاملہ ہوگا) غیر مشرب والوں کا کسی ادارے میں موجود ہونا
ہم ادارے کیلئے مضر اور بجائے نفع، نقصان کا موجب سمجھتے ہیں اور یہی تجربہ ہمارا
ہے۔ کوئی ادارہ مخالف مشرب کے اجتماع میں پھول پھل نہیں سکتا۔ غیب مقلد
یا مبتدع کی شرکت ادارہ کی عملی نظام بالخصوص تدریس اور تعلیم میں مضر اور سبب
بربادی ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے تفردات تکفیر تک نہیں پہنچتے تو قادیانیوں،
شیعوں اور ان کے جیسے غالیوں کے کیا اثرات ہوں گے۔ ہمیشہ ہمارے اکابر

عدم تقلید سے متنفر اور خفیت اور تقلید کے مقلد اور داعی و دلدادہ ہے ہیں۔
 طریقت اور تصوف کے موید اور عامل ہے ہیں۔ مودودیت غیر مقلدیت سے
 بھی نہایت زیادہ گندی اور گمراہ کن ہے۔ مودودی کی تصانیف دیکھئے۔ وہ نہ
 صرف امام ابو حنیفہؒ اور ائمہ اور فقہاء سے نفرت دلاتی ہیں بلکہ وہ صحابہ کرامؓ
 اور خلفائے عظام کی بھی توہین کرتی ہیں۔ ائمہ حدیث اور مجتہدین کرام کے متعلق
 زہرا لگتی ہیں۔ اگر کوئی مدرس اس خیال کا ہے تو اس کی تعلیم سے طلباء میں کیسا
 زہر بھر جائے گا آپ خود اندازہ فرمائیے۔ جو شخص امام ابو الحسن اشعریؒ، امام غزالیؒ
 حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت خواجہ
 معین الدین چشتیؒ وغیرہم کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے اور اس کی تصانیف
 اس سے بھری ہوئی ہیں، اس کی تصویب کرنے والا مدرس طلباء میں کس ضلال
 گمراہی کا باعث ہوگا، آپ خود اندازہ فرمائیے۔ اس لئے ہم تو یہی کہیں گے کہ ایسے
 مشرب والے لوگ ہرگز ادارہ میں نہ ہونے چاہئیں۔ نہ طلباء نہ مدرس، مودودی
 کی تصانیف کو دیکھئے عمل کو جانچئے۔ ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ ہم مشرب شخص بھی
 اگر بے عمل یا بے عمل ہے تو ادارات تعلیمیہ میں بہت مضر واقع ہوتا ہے۔ میں حاجی
 قائم الدین صاحب کے عمل کی تصویب کرتا ہوں۔ اگر مولوی عبدالحکیم صاحب
 مودودیوں کے ہم خیال اور موید ہیں اور انہوں نے اس کی تالیف وغیرہ کا مطالعہ
 کر کے یہ رائے قائم کی ہے تو یقیناً ان کو ادائے سے نکال دینا چاہیئے۔ آئندہ
 آپ حضرات کو اختیار ہے۔ ہم نے جو اعلان مودودیوں کے متعلق کیا ہے سوچ
 سمجھ کر ان کی کتابیں اور عملی حالت دیکھ کر اور ان کے اثرات کا مشاہدہ کئے

کیا ہے اور جو کچھ ابھی تک نہیں لکھا اور نہیں شائع کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ان کی تالیفات گمراہیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ فالحذر۔ الحذر والسلام۔
(مکتوب ۱۲ جلد سوم ص ۸۹)

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ دیوبند

۱۵

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!.....
مودودیوں سے جو حضرات وہاں پر ہیں ناواقف ہیں۔ ان کی کتابیں دیکھتے نہیں یا اگر دیکھتے بھی ہیں تو تنقیدی نظر اور غور سے نہیں دیکھتے۔ جو نوٹ میں نے دستور اسلامی کا آپ کو لکھا تھا کہ ص ۵۷ عقیدہ رسالت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔“ الخ

اس پر غور فرمائیے۔ کیا یہ انبیاء سابقین علیہم السلام جن پر ایمان لانا اور ان کی رسالت میں تفریق نہ کرنا ضروری ہے اس کا انکار نہیں؟ کیا اس سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا انکار نہیں ہوتا جن کی تعدیل اور مقبولیت میں آیات قطعیہ وارد ہیں کیا یہ عقیدہ اسلام کو باقی رکھنے والا ہے کیا اس میں وہ لاتعداد روایتیں ذخیرہ احادیث کی جو کہ انفرادی طور پر صحیح ہیں

